بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالم آخرت میں تین منٹ کا سفر

(قریب المرگ کا تجربہ)

قم ایران

یہاں سے شروع کریں.................................3
گزر ایام.................................... 11
زخمی 16
امام بارگاہ.................................... 18
اشکوں کا معجزہ.................................... 20
بیت المال 23
صدقہ 26
مشکل کشائی.................................... 29
نامحرم کے ساتھ.................................... 34
باغ بہشت 38
مولا کے رکاب میں جانثاری.................................... 42
شہید اور شہادت.................................... 44
حقوق العباد 47
شادی اور رشتےداروں کے ساتھ حسن سلوک.................... 51
یا زہرا سلام اللہ علیہا.................................... 53
واپسی 58
نشانیاں.................................... 63
حرم کے پاسبان 66
وطن کے پاسبان.................................... 71

یہاں سے شروع کریں

موت ایک اٹل حقیقت ہے جس کے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا راز ہے جس کو کشف کرنے اور اس کی پراسراریت سے پردہ ہٹانے کی انسان اپنی حیات کے ابتداء سے ہی کوشش کرتا رہا ہے۔ موت کی ماہیت اور حقیقت وہ سوال ہے جس کا جواب ڈھونڈنے میں انسان بے بسی کا پتلا نظر آتا ہے اگرچہ کوشش ہنوز جاری ہے۔ الٰہی ادیان نے مختلف انداز میں اس واقعیت کو انسانی اذہان کے لئے کھولنے کی کوشش کی ہے لیکن دانشوروں کے سامنے یہ حقیقت لاینحل معمہ بن کر کھڑا ہے۔

دنیا میں ایسے بھی انسان ہیں جو ایک ایسے تجربے سے گزرتے ہیں جس کو قریب الموت کا تجربہ کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسے لوگ موت کو نزدیک سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس میں روح عنصری بدن سے نکل جاتی ہے اور ایک ایسے عالم میں سیر کرتی ہے جسے معنوی عالم کہا جاتا ہے۔ اس تجربے میں انسانی بدن کا تعلق روح سے کمزور پڑ جاتا ہے اور اس کمزور تعلق کے نتیجے میں روح کو کسی حد تک آزادی مل جاتی ہے۔ اس آزادی کے نتیجے میں روح ایسے واقعات کا مشاہدہ کرتا ہے جن کو دیکھنا اس سے پہلے ناممکن تھا۔

حالیہ برسوں میں کئی ایک دانشوروں نے بالاخص مغربی دنیا میں اس موضوع پر تحقیقات کا آغاز کیا ہے۔ اس واقعیت کو قریب الموت کا تجربہ کہا جاتا ہے۔ شاید آپ نے بھی ان انسانوں کی داستانیں سنی ہوں گی جو موت کی دہلیز پر قدم رکھ کر زندگی کی گود میں پلٹ آئے ہیں۔

مثال کے طور پر ایسے افراد بھی ہیں جو حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے مر گئے تھے اور روح ان کے جسم سے نکل گئی تھی لیکن پھر کسی جھٹکے کی وجہ سے روح ان کے بدن میں واپس پلٹ آئی تھی۔

بہت سارے لوگ اس سوال کے جواب کی تلاش میں ہیں کہ قربِ موت کا تجربہ یا Near Death Experience (مخفف NDF) سے کیا مراد ہے؟

ا۔ کچھ ماہرین کی رائے یہ ہے کہ یہ تجربے بحرانی حالات میں دماغ کی غیر طبیعی سرگرمی کا نتیجہ ہے یا پھر ہارٹ اٹیک کی وجہ سے جب دماغ کو آکسیجن کی رسائی رک جاتی ہے تو دماغ کے کیمیائی عمل میں خلل پڑ جاتا ہے تو انسان اس طرح کے تجربے سے گزرتا ہے۔

اس نظریے کے حامل افراد کے جواب میں اس حقیقت کی جانب اشارہ کیا جاسکتا ہے کہ علم طب کی نظر میں انسانی دماغ کی کارکردگی پر الیکٹر وانسیفیلو گرام (ای ای جی) ٹیسٹ کے ذریعہ نگرانی کی جاتی ہے۔ جو لوگ موت کے تجربے سے گزرتے ہیں ان کی دماغی کارکردگی مانیٹر پر ایک صاف لکیر کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ طبّی نکتہ نظر سے یہ صورتحال اس وقت سامنے آتی ہے جب دماغی خلیے کسی بھی طرح کی برقی سرگرمیاں انجام دینے سے قاصر ہوتی ہیں۔ اس حالت میں انسانی دماغ فکر و خیال اور تصویر و تصور کی تشکیل کی توانائی سے محروم ہو جاتا ہے۔

۲۔ پیم ون لومنٹ (Pim van Lommel) امراض قلب کے ماہر گزرے ہیں۔ انہوں نے بیس سال تک علمی اور تحقیقی نگاہ سے ایسے بیماروں کا معاینہ کیا ہے جو حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے موت کے تجربے سے گزرے ہیں۔ انہوں نے 2001 میں لاسٹ نامی علمی رسالے میں اپنی تحقیقات شائع کی۔ اس کی تحقیقات کے مطابق این ڈی ای (NDE) اور حرکت قلب کی بندش کے دورانیہ یا مریض کی بیہوشی، مریض نے جو دوائی استعمال کی، یا مریض کو جو موت کا خوف لاحق تھا اس میں کوئی تعلق نہیں پایا جاتا ہے۔ اسی طرح تحقیقات سے یہ بھی پتا چلا ہے کہ انسان کے تہذیبی پس منظر، قوم، سوشل سٹیٹس، تعلیم یا قریب الموت تجربے سے آگاہی یا عدم آگاہی کا موت کے تجربے سے کوئی تعلق ثابت نہیں ہوا ہے۔

پیم ون لومنٹ اپنی علمی کاوش سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ہمارا ضمیر یا ہماری روح موت کے بعد بھی زندہ رہتی ہے۔

2۔اس کے علاوہ ایسے بے شمار واقعات ہمارے پاس موجود ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ جو شخص موت کے تجربے سے گزرے ہیں اگرچہ ان میں زندگی کی کوئی علامت باقی نہیں بچی تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے فزیکل دنیا کی ایک ایک بات ذہن نشین کرلی تھی۔ مثال کے طور پر انہوں نے آپریشن روم میں ڈاکٹروں کی نقل وحرکت اور ان کی گفتگو کو سنا'' یادرکھااور زندہ ہونے پر ایک ایک چیز بیان کی ہے۔

ہم اگراپنے ہی ملک کی بات کریں تو یہاں ایسی دسیوں مثالیں ملتی ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے آس پاس میں موجود لوگوں کے اذہان میں موجود افکار کو بھی بیان کیا ہے۔ان میں سے جناب محمد زمانی کا ماجرا سب سے مشہور ہوا ہے۔1977 میں ایک روڈ ایکسڈنٹ میں اس کا انتقال ہو گیا تھا۔ حیات کی ساری علامتیں ختم ہو گئی تھیں۔ لیکن پھر اچانک وہ زندگی کی آغوش میں لوٹ آیا۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے وہ سارا ماجرا ڈاکٹروں اور نرسوں کے سامنے بیان کیا جو آپریشن تھیٹر اور سرد خانے میں پیش آیا تھا۔ جو کچھ اس نے کہا تھا وہ حقیقت کے عین مطابق تھا اور جو علمی (سائنسی) معیارات ہم نے بنائے ہیں ان کی بنیاد پر اس کی کوئی توجیہ اور تاویل ممکن نہیں ہے۔

وہ کہتا ہے موت کے دوران وہ دوسروں کے ساتھ ضمیر کے ذریعہ بات کرتا تھا۔ لیکن کچھ دیر گزرنے کے بعد اسے کہا گیا کہ اب تمہیں اپنے جسم میں واپس جانا ہو گا۔

3۔ کچھ مادرزاد اندھے بھی تھے۔ وہ موت کے تجربے سے گزرے تو اپنے آس پاس کو آرام سے دیکھتے رہے ہیں۔

ڈاکٹر ریمنڈ موڈی (Dr Raymond Moody) نے اپنی کتاب زندگی کے بعد زندگی (Life After Life) میں ایک ایسی عورت کا ذکر کیا ہے جو بچپن

سے نابینا تھی۔ اس نے موت سے واپس لوٹ آنے پر بتایا تھا کہ آپریشن تھیٹر میں کیا ہوا تھا'؟ کون کون سا سامان استعمال ہوا تھا ؟ کون سے لوگ کمرے میں آئے تھے اور کون باہر نکل گئے تھے اور انہوں نے کیا کیا باتیں کی ہیں' یہ سب کچھ بتایا تھا۔

ڈاکٹر کنتھ رینگ اور شارون کوپر (Kenneth Ring and Sharon Cooper) نے نابینا افراد پر کام کیا تھا جو این ڈی ای (Near Death Experience) کے تجربے سے گزرے تھے ۔ اپنی تحقیقات کو دید ذہن (Mindsight) نامی کتاب میں شائع کیا ہے۔

4۔ ایسے بچوں کی تعداد کم نہیں ہے جنہوں نے موت کو نزدیک سے مشاہدہ کیا ہے۔ ان کی روداد بھی بڑوں کے ماجرا سے ملتی جلتی ہے۔ اگرچہ بچوں کو نہ تو اس فنومنن (Phenomenon) سے کوئی آگاہی ہوتی ہے اور نہ ہی انہیں دینی یا مذہبی تعلیمات کا کوئی اندازہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بچے موت ' عالم آخرت ' معنویت وغیرہ جیسے مفاہیم سے بھی بیگانہ ہوتے ہیں۔ ان کی ذھنی ساخت بھی پختہ عمر کے لوگوں کی ذھنی ساخت سے متفاوت ہوتی ہے۔

ڈاکٹر ملوین مورس (Melvin L. Morse) بچوں کے امراض کا ڈاکٹر تھا۔ اس کی نظر میں موت کے بعد کی زندگی کا تصور باطل تھا۔ 1982 میں اس نے ڈیوٹی کے دوران پہلے این ڈی اے کیس یا قریب الموت تجربے کا مشاہدہ کیا۔

وہ ایک بچہ تھا اور اس بچے نے زندگی کی آغوش میں لوٹ آنے کے بعد ڈاکٹر کو بتایا تھا کہ وہ اپنے جسم اور ڈاکٹر کو اس وقت باہر سے دیکھ رہا تھا جب وہ اس کے بے جان جسم کا معالجہ کر رہے تھے اور اس کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ڈاکٹر اس بچے کی باتیں سن کر اپنے گزشتہ اعتقادات سے پلٹ آیا تھا۔

۵۔ ایسے بہت سے افراد ہیں جو موت کے تجربے سے گزرے ہیں۔ ان افراد کی زندگی اس تجربے کے بعد مکمل بدل گئی اور اس نے ان کے تصور کائنات و عمل و کردار پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کے چھپ جانے کے بعد ایک صاحب نے مجھے کال کی۔ کہنے لگا کہ میں اپنے شہر کے ایک شاپنگ مال میں سافٹ ویئر کا کام کرتا تھا۔ اگرچہ میں اہل نماز و عبادت تھا لیکن آہستہ آہستہ میں نے فحش فلمیں بیچنے کا کاروبار بھی شروع کیا تھا۔ پھر مجھے بھی موت کے تجربے سے گزرنا پڑا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جن لوگوں کو میں نے وہ فلمیں دی تھیں وہ لوگ کس طرح کی اخلاقی برائیوں میں گرفتار ہوگئے تھے۔

میں نے دیکھا تھا کہ جو بھی آدمی مجھ سے فلم لیکر گیا تھا وہ ایک سنگین بوجھ میرے کندھوں پر رکھتا جارہا تھا۔ ہر شخص تقریبا سیمنٹ کے ایک بلاک کے برابر میرے کندھے پر بوجھ لاد رہا تھا۔ وزن سے میری کمر ٹوٹ رہی تھی اور میں بس گرنے ہی والا تھا کہ (دنیا میں) واپس لوٹ جانے کا حکم دیا گیا۔

دوسرے دن میں نے ان افراد کو ڈھونڈنا شروع کیا جن کو میں نے یہ فحش فلمیں دی تھیں۔ کتنی زاری والتماس سے ان سب کو راضی کیا کہ اس طرح کی فلموں سے دور رہیں۔

ان سارے لوگوں میں مثبت تبدیلی دیکھنے میں آئی ہے۔ ان کا تصور کائنات بدل گیا تھا؛ تخلیق کے باہدف ہونے کا اقرار' ذمہ داری کا احساس'' برے کام کو چھوڑ کر آبرومند کام اختیار کرنا' اپنی زندگی کو امور خیر کے کاموں کے لئے وقف کرنا' رافت ورحمت جیسی صفات کا حامل ہونا' نشہ آور اشیاء سے اجتناب وغیرہ جیسی صفات حسنہ سے یہ لوگ مزین ہوئے۔ مغربی دنیا میں تو ہر چیز مادیات کے ترازو میں تولی جاتی ہے لیکن اس مادی دنیا میں بھی جو لوگ قریب الموت کے تجربے سے گزرے ہیں وہ معنوی دنیا کے شیفتہ نظر آئے۔

6۔ قریب الموت کے تجربے میں انسان اپنے اچھے اور برے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہے۔ قرآن میں خداوند متعال نے ایک مثال بیان کی ہے کہ ذرہ برابر نیک عمل یا بد عمل کا نتیجہ انسان دیکھ لے گا۔ اس مثال روشن ہو کر اس جربے میں سامنے آتی ہے۔

جناب زمانی اپنی داستان میں ایک مقام پر کہتے ہیں۔ میرے بچپن کی بات ہے کہ ایک بار مشہد جانے کی توفیق نصیب ہوئی۔ گاڑی گرم ہو کر رستے میں رک گئی۔ اس جگہ سے ایک گاؤں قریب ہی تھا۔ ڈرائیور نے ایک ڈبہ میرے سپرد کیا اور کہنے لگا یہاں قریب ہی ایک چشمہ ہے جا کر وہاں سے ڈبہ بھر کر پانی لاؤ۔ چشمے سے پانی کا ڈبہ بھرا لیکن کمسنی کی کمزوری کے سبب اس کو اٹھا کر لانا میرے لئے دشوار تھا۔ رستے میں خیال آیا کیوں نہ تھوڑا سا پانی پھینک دوں تاکہ اٹھانے میں آسانی رہے۔ سامنے ایک درخت نظر آیا جس نے خشک زمین سے سرزمین حیات پر قدم رکھا تھا۔ درخت کی جانب چل پڑا اور اس کے جڑوں کو سیراب کیا۔ اگرچہ وہاں تک جانے کے لئے مجھے تھوڑا سا زیادہ چلنا پڑا۔ میرے نامہ اعمال کی چھان بین کے دوران میرا یہ عمل اتنا سراہا گیا ہے کہ میرے یقین کی آنکھیں بھی کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ایسا لگ رہا تھا کہ ارواح کی ساری دنیا اس کام کی وجہ سے مجھ پر فخر محسوس کر رہی تھی۔ مجھے سمجھایا گیا کہ یہ کام بہت زیادہ ذی قیمت ہے کیونکہ اخلاص کے ساتھ انجام پایا ہے۔

7۔ ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ بات آجائے کہ یہ جھوٹی کہانیاں ہیں۔ لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لئے ایسی کہانی گھڑی گئی ہیں۔ انسان اس وقت جھوٹ بولتا ہے جب اس جھوٹ کے ساتھ اس کا کوئی ذاتی فایدہ وابستہ ہو۔ جن لوگوں نے قریب الموت تجربوں کا ذکر کیا ہے انہیں کوئی ذاتی فوائد ملنا تو دور کی بات ہے وہ لوگوں کے تمسخر اور توہین کے شکار ہوئے ہیں۔

اگر انسان انصاف کا دامن تھام لے تو ان سارے واقعات کا انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔ شائع شدہ واقعات ہزاروں میں ہیں اور ان سارے واقعات میں جو شباہتیں پائی جاتیں ہیں اس سے انکار کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ واقعات اس لئے سنائے جاتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے دین و مذہب اور خدا پرستی کے اعتقاد کی ترویج کریں۔ جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ان میں سے بہت سارے تجربات چھوٹے بچوں نے بیان کئے ہیں جو دین و مذہب

اور خدا جیسے مفاہیم سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ ایسے بھی افراد ان تجربوں سے گزرے ہیں جو دین و مذہب کو ماننا دور کی بات ہے وہ خدا کے بھی منکر تھے۔

8۔ ان تجربوں کے دوران اس شخص کی مکمل زندگی اس کے سامنے آجاتی ہے اور اس کا ایک ایک عمل ایک ویڈیو کی صورت میں اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اس حالت میں یہ شخص اپنے اعمال کے دوسرے افراد پر پڑنے والے اثرات کا بھی مشاہدہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر انسان کسی کے ساتھ محبت سے پیش آتا ہے تو فوراً خوشحالی کو محسوس کرتا ہے۔ جب وہ کسی کو اذیت پہنچاتا ہے شرم و رسوائی میں ڈوب جاتا ہے۔ نورانی ہستیاں آکر پوچھتی ہیں۔ اپنی عمر کا کیا کیا؟ جو لوگ قریب الموت تجربوں سے گزرے ہیں وہ اس عقیدے کے ساتھ زندگی کی جانب لوٹ آئے ہیں کہ سب سے بہترین عمل خدا اور اس کے بندوں سے محبت ہے اور اس کے بعد علم و معرفت۔۔۔

استاد آیت اللہ قرائتی نے حوزہ علمیہ قم کے ایک بزرگ کی داستان نقل کی ہے جو قریب الموت کے تجربے سے گزرے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس بزرگ نے اس جہاں میں ایک ہی لمحے میں اپنی ساری زندگی کا مشاہدہ کیا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ ساری زندگی کو اپنے ہاتھوں سے برباد کیا ہے اور تقریباً سارے نیک اعمال (ریاکاری اور عدم اخلاص کی وجہ سے) سے محو ہوگئے تھے اور صرف گناہ باقی رہ گئے تھے۔ خوف و دہشت نے اس کے وجود کو گھیر لیا تھا اور اس کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس کو کیا کرنا چاہیے تھا۔ ملائکہ کے سامنے رو رو کر التماس کرتا رہا ہے اور بالآخر اہل بیت اطہار علیہم السلام کی شفاعت کی وجہ سے واپسی کی اجازت مل گئی تھی۔

9۔ جو لوگوں قریب الموت کے تجربے سے گزرے ہیں ان کا کہنا ہے کہ وہاں کا وقت بہت گاڑھا ہے اور ہماری دنیا کے وقت سے بالکل ہی مختلف ہے۔ قریب الموت تجربے میں انسان ابدی زمانے میں قدم رکھتا ہے۔ ممکن ہے انسان سالہا سال کی زندگی کے واقعات کا مشاہدہ کرے لیکن وہ سب کچھ صرف کچھ لمحوں میں انجام پاتا ہے۔ ایک عورت سے پوچھا گیا کہ تمہارا قریب الموت کا تجربہ کتنا لمبا تھا۔

اس نے جواب دیا۔۔ آپ اس کو ایک سیکنڈ یا ایک ہزار سال کہہ سکتے ہیں۔ اس طرح کے تجربے میں زمان کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔ صرف چند لمحوں میں وہ سب کچھ دیکھ سکتے ہیں جس کو بیان کرنے کے لئے گھنٹوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

10۔قریب الموت تجربے کے دوران انسان کو اپنی زندگی کے وہ واقعات بھی یاد آتے ہیں جن کو وہ بھول چکا ہوتا ہے یا وہ واقعات جو اس کی کمسنی کے دوران پیش آئے ہیں اوران کو یاد کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ اسی طرح اپنے مردہ دوستوں یا رشتے داروں سے بھی مل کر آتے ہیں۔ کبھی وہ کسی ایسے انسان کی روح سے مل کر آتے ہیں جس کی موت سے وہ بے خبر ہوتے ہیں۔

کلٹن برپو (Colton Burpo) کی داستان 'حقیقی عرش' نامی کتاب میں شائع ہوئی ہے۔ وہ چار سال کا کمسن بچہ تھا جب 2003 میں سرجری کے دوران اس کی موت واقع ہوگئی تھی۔ موت سے لوٹ آنے پر اس نے اپنی بہن سے ملاقات کا احوال بیان کیا حالانکہ اس کی بہن کا اس کی اپنی پیدائش سے پہلے ہی پیدا ہوتے وقت انتقال ہوگیا تھا۔ اس کے والدین کے لئے یہ بات حیران کن تھی کیونکہ اس کی بہن کے بارے میں کسی نے اسے کچھ بتایا ہی نہیں تھا۔ اس کی عارضی موت کے دوران آس پاس کے افراد جو سرگرمیاں انجام دیتے رہے ہیں ان کے بارے میں بھی اس نے ان کو آگاہ کیا تھا۔

یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ قریب الموت کا تجربہ ایک سائنسی اور علمی موضوع ہرگز نہیں ہے۔ لیکن ان افراد کے دقیق بیانات اس نظریہ (قریب الموت) کی صداقت کی دلیل بن سکتی ہے۔ ایک ایسے انسان کے لئے جو دینی تعلیمات سے شغف رکھتا ہے وہ ان افراد کی روداد پڑھ کر آسانی سے ان کے بیانات کے صحت و سقم کی تصدیق کرسکتا ہے۔ ان افراد کے بیانات کی بہت حد تک دینی مصادر سے تائید مل جاتی ہے۔ البتہ مفاد پرست عناصر ہر جگہ نظر آتے ہیں جو ان مواقع پر بھی اپنی ناجائز دکانداری میں مصروف نظر آتے ہیں۔

آخر میں اس بات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ قریب الموت کے تجربے سے گزرنے والے افراد صرف چند لمحوں کے لیے زمان و مکان کی حدود کو چھوڑنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔یہی حدود ہیں جن کا انسان قیدی ہے۔ان کی عمر کا پیمانہ چونکہ لبریز نہیں ہوا تھا لہٰذا موت کے فرشتے نے انہیں ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے جدا نہیں کیا۔ لہٰذا ان تجربات میں سے زیادہ تر افراد کے نامہ اعمال کی جانچ پڑتال کا تذکرہ نہیں ملتاہے۔خداوند متعال شاید اس ذریعے سے انسانوں کو یہ پیغام دینا چاہتا ہے کہ اے انسان مادی دنیا میں اتنا ڈوب جانا اچھا نہیں ''آخرت کو نہ بھول اور واپسی کا سامان مہیا کرلے۔

اس طولانی تمہید کے بعد اب ایک ایسے انسان کی روداد سنتے ہیں جس کا تجربہ اپنی مثال آپ ہے۔جس نے صرف کچھ منٹ کے لئے مادی دنیا کو چھوڑ دیا تھااور رو رو کر واپسی کی التجا کی تھی اور دنیا میں لوٹ آئے تھے۔ان کا ماجرا اپنی نوعیت کی منفرد اور خوبصورت داستان ہے۔ ہم نے ان کو مشکل سے تلاش کیا' ان سے بات چیت کی اور ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ ان کے بیانات 'کتاب قیامت' کی عکاسی ہیں۔آپ بھی ہمارا ساتھ دیں۔ ممنون و مشکور۔

گزر ایام

بچپن سے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا لیکن مسجد سے رشتہ نہیں توڑا' ممبر کے سائے میں پرورش پائی۔ ہمارا گھرانہ مذہبی تھااور میں اپنے شہر کی مسجد میں قائم بسیجی مرکز میں کام کرتا رہا ہوں۔ وہ میرے ہائی سکول کے آخری ایام تھے اور آٹھ سالہ ایران عراق جنگ اپنے آخری مرحلے میں داخل ہو چکی تھا۔ ہمارے شب و روز مسجد میں ہی گزرتے تھے۔جنگ کے آخری ایام میں اصرار اور التماس اور بارگاہ خداوندی میں رو رو کر دعا مانگی تو محاذ پر جانے کی اجازت ملی اور ایک مختصر وقت کے لئے اس معنوی اور روحانی ماحول سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔

یہ بھی بتاتا چلوں کہ میں ان دنوں اصفہان کے ایک چھوٹے سے قصبے میں رہتا تھا۔ جنگ و جہاد کا مرحلہ میرے لیے برق رفتاری سے گزر گیا اور شہادت کی حسرت میرے دل میں ہی رہ گئی۔

لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری۔ روحانی اور معنوی زندگی کی تلاش جاری رکھی۔ اس بات کا اچھی طرح اندازہ تھا کہ ایک شہید کے لیے جہاد اصغر سے پہلے جہاد اکبر میں کامیابی کا حصول لازمی ہے۔

نوجوانی میں میری زندگی کا ایک ہی مقصد تھا' کسی طرح اپنے آپ کو گناہ کی آلودگی سے محفوظ رکھوں۔ مسجد جاتا تھا تو پورا رستہ اپنی نگاہیں جھکا کر چلتا تھا کہ خدانخواستہ کسی نامحرم سے نگاہیں نہ ٹکرائیں۔

اس رات میں نے اپنے خدا سے خلوت میں راز و نیاز کیا۔ زار و قطار رویا۔ میری عمر سترہ سال تھی اور رو رو کر خدا سے التماس کی کہ خدایا! مجھے اس دنیا اور اس کی آلودگیوں سے بچالیں۔ خدا سے یہ بھی دعا مانگی کہ مجھے جلدی سے موت آجائے۔ بارگاہ خداوندی میں مکرر التجا کرتا رہا کہ اے خدا مجھے اپنے آلودہ باطن سے گھن آتی ہے۔ خدایا مجھے ڈر لگتا ہے کہ دنیا کا اسیر نہ ہو جاؤں اور اپنی عاقبت کو اپنے ہاتھوں سے برباد کردوں۔ میں نے جناب عزرائیل علیہ السلام سے بھی التماس کی کہ جلدی سے مجھے اپنے ساتھ لیکر جائے۔

میری عمر اتنی پختہ نہیں تھی۔ میرا خیال تھا کہ موت کی تمنا کرنا اچھی سوچ ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اہل بیت اطہار علیھم السلام موت کی دعا نہیں مانگتے تھے۔ ان کی نظر میں دنیا ایک گزرگاہ کی مانند ہے جس سے گزر کر انسان اعلی مراتب کو حاصل کرتا ہے۔

ایک دن شدید تھکاوٹ کی وجہ سے بہت جلد نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ آدھی رات کے قریب آنکھ کھلی اور نماز شب ادا کی اور پھر دوبارہ سو گیا۔ سونے کی دیر تھی کہ اپنے سرہانے ایک خوبصورت جوان کو پایا۔ اس کی ہیبت اور زیبائی نے مجھے مسحور کردیا تھا۔ فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور ادب سے سلام کیا۔ مجھ سے پوچھنے لگا۔ مجھے

کیوں بلایا ہے؟ اس طرح موت کی تمنا کیوں کرتے ہو؟ ابھی تمہاری باری نہیں آئی ہے۔

میں سمجھ گیا تھا کہ وہ جناب ملک الموت ہیں۔ مین اس بات پر حیران تھا کہ اگر خدا کا یہ فرشتہ اتنا خوبصورت ہے تو پھر لوگ ان سے اتنا ڈرتے کیوں ہیں؟

وہ جانے لگے تو میں برق رفتاری سے اس کے سامنے جاکر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس کا دامن تھام لیا اور ان سے رو رو کر التجا کرنے لگا؛ مجھے اپنے ساتھ لیکر جائیں۔ وہ ٹس سے مس نہیں ہوا۔ بلکہ موت کے اس فرشتے نے ایک اشارہ کیا تو میں اچھل کر اپنی جگہ آگرا اور زور سے زمین کے ساتھ ٹکرایا۔

ادھ کھلی آنکھوں سے دیوار پر لگی گھڑی کی جانب دیکھا تو بارہ بج چکے تھے۔ سورج نصف النہار پر تھا اور میرے بدن کے بائیں حصے میں چوٹ لگنے کی وجہ سے شدید درد ہو رہا تھا۔

نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور چلی گئی تھی۔ یہ کس طرح کا خواب میں نے دیکھا تھا؟ اس کے ساتھ ساتھ درجنوں سوالات میرے سامنے سوالیہ نشان بن کر کھڑے تھے۔ کیا میں نے سچ مچ جناب عزرائیل علیہ السلام کو دیکھا ہے؟ وہ تو حسن و جمال کا شاہکار تھے۔

اگلے دن امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے مشہد مقدس جانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ زوار امام رضا علیہ السلام بسوں میں سوار ہو چکے تھے۔ اچانک کسی نے کہا کہ اجازت نامہ لینا بھول گئے ہیں۔ قصبے میں سپاہ پاسداران اسلامی کے ہیڈ کوارٹر سے اجازت نامہ لینا تھا۔ فورا موٹر سائیکل کو کک ماری۔ پلک جھپکنے میں سپاہ کے مرکز کا رخ کیا۔ اجازت نامہ لیکر واپس آرہا تھا کہ چوراہے پر بائیں طرف سے آنے والی ایک گاڑی سگنل توڑ کر تیزی سے آئی۔ میں گاڑی کی زد میں آیا اور قلابازی کھاتا ہوا گاڑی کے بانٹ کو عبور کرتے ہوئے چھت کے اوپر سے گزر کر گاڑی کے پیچھے جا گرا۔ میرے جسم کے بائیں حصے میں شدید چوٹ آئی تھی اور جسم درد سے

پھٹا جارہا تھا۔ ڈرائیور نے گاڑی روک لی اور نیچے اتر گیا۔ اس کا بدن برگ خزاں کی مانند لرزاں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید میں مرگیا ہوں۔

ذہن میں یہ بات آئی کہ جناب عزرائیل علیہ السلام نے فوری میرا حال چال پوچھ لیا ہے۔ ایکسڈنٹ اتنا شدید تھا کہ میں بس موت کے انتظار میں تھا۔ کلائی میں بندھی گھڑی کو دیکھا تو وہ بارہ بجے کا ٹائم دکھارہی تھی اور میں درد کی شدت سے مرا جارہا تھا۔

کل رات کا خواب میری یادوں پر چھا گیا تھا۔ یقینا یہ کل رات کے خواب کی تعبیر ہے۔ میں بچ جاؤں گا۔ مجھ جناب عزرائیل علیہ السلام نے بتادیا تھا کہ میرے جانے کا ابھی وقت نہیں آیا ہے۔

امام رضا علیہ السلام کے زوار میرے انتظار میں بیٹھے تھے۔ مجھے فوراً پہنچنا چاہئے۔ ایک دم سے اٹھ کر جانے لگا۔ ڈرائیور پھٹی پھٹی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ کہنے لگا تم تو ٹھیک ٹھاک ہو! میں درد سے میں مرا جارہا تھا لیکن پھر بھی مسجد کی جانب چل پڑا۔ ڈرائیور میرے پیچھے چیختا چلاتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ بندہ ابھی بائیک سے نیچے گر جائے گا۔

مشہد مقدس کے زوار تو روانہ ہوئے لیکن میں دو ہفتے اس درد کو برداشت کرتا رہا۔

یہ میرے لئے ایک سنہری موقع تھا کہ جب تک زندہ رہوں خدا کی رضا کے لیے کام کروں اور کبھی بھی موت کی تمنا نہ کروں۔ موت کا وقت آجائے تو فرشتہ مرگ خود ہی پہنچ جائیں گے البتہ یہ دعا ہمیشہ لبوں پر رہے۔ 'خدایا مجھے شہادت کی موت نصیب فرما۔'

اس زمانے میں دوسرے دوستوں کی مانند میری بھی کوشش تھی کہ سپاہ پاسداران جوائن کروں۔ میرا دل کہتا تھا کہ یہ سبز وردی امام زمان علیہ السلام کے اصحاب و انصار کا لباس ہے۔

کئی سال کی سعی و کوشش کے بعد باالآخر مجھے میری منزل مل گئی۔ میں نے نوے کی دہائی میں سپاہ پاسداران جوائن کی۔

یہ بات بتاتا چلوں کہ میرے دوستوں کی نظر میں میں ایک محنتی اور شوخ مزاج جوان تھا۔ میں انتھک کوشش کرتا تھا تاکہ اپنا کام بہترین انداز میں مکمل کروں۔ میرے دوست اچھی طرح جانتے تھے کہ مجھے ہنسی مذاق ٗ شرارتیں اور دوسروں کو تنگ کرنا کتنا اچھا لگتا تھا۔

میرے دوستوں کی نظروں میں میرا ہم نشین کبھی بھی بوریت محسوس نہیں کر سکتا ۔ٹرینگ کے دوران اور فیلڈ مشق کے دنوں میں ہمارے خیمے سے قہقہوں کا سلسلہ کبھی نہیں تھمتا تھا۔ دوسروں کو شرارتوں کے ذریعے تنگ کرنا مجھے اچھا لگتا تھا۔

میرے بہت سارے دوستوں کی مانند میری زندگی کے ایام بھی روٹین زندگی کے نذر ہوگئے۔ سارادن ڈیوٹی پر گزرتا تھااور رات گھر میں بچوں کے ساتھ ۔ کبھی کبھار رات کو مسجد میں ٹھہرتا تھا یا پھر دستہ عزا میں شرکت کرتا تھا۔

سالوں یوں ہی گزر گئے ۔ پھر وہ دن بھی آیا جب اعلان کیا گیا کہ ایک اہم فوجی مہم کے لئے تیار ہو جائیں۔

یہ 2011 کی بات ہے۔ ملک کے شمال مغربی شہر پیرانشہر کے قرب وجوار میں امریکہ کی ایما پر اس کے گماشتوں نے وہاں کے نہتے عوام پر شبخون مارا تھااور بہت سارے بے گناہ انسانوں کا خون بہایا تھا۔ اس شہر کی کئی اہم چوٹیوں پر دہشت گردوں نے قبضہ کرلیا تھااور فوج اور پولیس کی ہر گزرتی گاڑی کو نشانہ بناتے تھے۔ پولیس اور فوج جب بھی ان پر حملہ آور ہوتی تھی تو یہ پڑوسی ملک عراق کی سرحدوں کے اندر بھاگ جاتے تھے۔ اس سال دہشت گردوں نے فوج کے ایک جنرل اور کچھ سپاہیوں کو شہید کیا تھا جس کے بعد ایک بڑے آپریشن کی ضرورت تھی جس کے لئے سپاہ پاسداران کے خصوصی دستوں کو بلایا گیا تھا۔ لہٰذا علاقے کو دہشت گردوں سے پاک کرنے کے لئے ایک گرینڈ آپریشن کی تیاری شروع کر دی گئی۔

زخمی

فوجی مہم کامیاب رہی تھی۔ ہمارے کچھ مجاہدین نے ضرور جام شہادت نوش کیا لیکن سپاہ پاسداران کو سرحدی علاقے کی ساری چوٹیاں دہشت گرد ٹولے 'پژاک' کے ناپاک وجود سے پاک کرنے میں کامیابی ملی تھی۔ میں نے بھی اس فوجی آپریشن میں حصہ لیا تھا۔ سالوں بعد ایک واقعی فوجی مہم میں شرکت کر کے ایک روحانی لذت و سکون محسوس کر رہا تھا۔ دوسرے دوستوں کی مانند شہادت کی آرزو تھی لیکن اس حقیقت کا بھی ادراک تھا کہ کہاں میں اور کہاں شہادت کا رتبہ ! جوانی کے دنوں کا جذبہ فداکاری اور شوق شہادت اب بجھتے چراغ کی مانند مدھم پڑتا جارہا تھا۔

اسی فوجی مہم کے دوران فضائی آلودگی اور گرد و غبار کی وجہ سے میری آنکھوں میں انفیکشن ہو گیا تھا۔ ہوا کی آلودگی کے سبب آنکھوں میں شدید سوزش اور غیر معمولی تکلیف تھی۔ وہاں پر ایک ڈاکٹر صاحب تھے۔ چیک اپ کیا اور کچھ قطرے دئے۔ کہا تھوڑی دیر میں افاقہ ہو جائے گا۔ لیکن گھنٹوں گزرنے کے باوجود کوئی افاقہ نہیں ہوا۔

اب اس آپریشن کو کئی مہینے گزر چکے تھے۔ کامیاب آپریشن کے نتیجے میں یہ علاقہ اب امن و امان کا گہوارہ بن چکا تھا لیکن میری آنکھوں کی تکلیف اپنی جگہ پر باقی تھی۔ اصل تکلیف میری بائیں آنکھ میں تھی اور میں نے تین سال اسی درد کے ساتھ دن رات گزارے۔

ایک سے بڑھ کر ایک ڈاکٹر کے پاس گیا لیکن درد بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ درد نے میری زندگی سے آرام و سکون چھین لیا تھا اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ ایک دن صبح کے وقت میں نے محسوس کیا کہ میری بائیں انکھ حلقے سے باہر آگئی ہے۔ میں بدحواسی میں آئینے کے سامنے جاکر کھڑا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر میرے پاؤں کے نیچے سے

زمین نکل گئی کہ میری آنکھ کاسہ چشم سے باہر لٹک رہی تھی۔ میری ذھنی حالت زار ایک طرف اور شدید درد نے میرا جینا حرام کر دیا تھا۔

اسی دن میں اسپتال چلا گیا اور ڈاکٹروں سے آنکھ کی سرجری کی التجا کرتا رہا۔ میں نے کہا میرا درد میری برداشت سے باہر ہے۔ میرے اصرار کی بنا پر ڈاکٹروں کا ایک پینل تشکیل دیا گیا۔ ایکسرے کے بعد کئی ٹیسٹ کئے گئے۔ ڈاکٹروں کی پینل میں ایک ڈاکٹر آنکھوں کا سپیشلسٹ اور دوسرا دماغ کا سرجن تھا۔ تفصیلی چیک اپ کے بعد ڈاکٹر اس نتیجے پر پہنچے کہ آنکھ کے پیچھے ایک بڑا پھوڑا (ٹیومر) ہے۔ اسی پھوڑے کے دباؤ کی وجہ سے آنکھ کاسہ چشم سے باہر آگئی تھی۔ دوسری جانب یہ پھوڑا پیچھے سے دماغ کے ساتھ جڑا ہوا تھا اور سرجری کے نتیجے میں اس کو نکالنا بہت خطرناک ہو سکتا تھا۔ آپریشن کی صورت میں یا آنکھ کے جانے کا خطرہ تھا یا پھر دماغ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔

میڈیکل ٹیم نے آپریشن میں ساٹھ فیصدی سے زیادہ خطرے کی پیشن گوئی کی تھی۔ میں نے ڈاکٹروں سے ہاتھ جوڑ کر التجا کی کہ خدارا میرا آپریشن کریں۔ بالآخر تہران کا ایک ڈاکٹر میڈیکل ٹیم کا حصہ بن گیا جس کے بعد یہ طے ہوا کہ آنکھ کی اوپر والی ہڈی کو کاٹا جائے۔ پھر آنکھ کی پشت پر موجود پھوڑے کا آپریشن کر کے اسے نکالا جائے۔

وہ سن 2015 کا موسم بہار تھا۔ اصفہان کے ایک اسپتال میں میری آنکھ کا آپریشن ہوا۔ آپریشن چھ گھنٹے تک جاری رہا۔ آپریشن سے پہلے سرجن ٹیم بار بار میرے ساتھ والوں اور مجھ سے کہتی رہی کہ یہ آپریشن بہت خطرناک ہے۔ ٹیومر چونکہ آنکھ اور دماغ کے ساتھ جڑا ہوا ہے لہٰذا سرجری میں خطرہ ہے کہ دماغ کو نقصان پہنچ سکتا ہے یا پھر آنکھ ضائع ہو سکتی ہے۔ لہٰذا آپریشن کی کامیابی کا امکان بہت کم ہے اور یہ آپریشن صرف بیمار کے اصرار پر کیا جارہا ہے۔

میں نے گھر والوں، رشتے داروں اور دوستوں سے خدا حافظی کی۔ میری بیگم حاملہ تھی۔ وہ بیماری کے ایام میں میرے ساتھ تیمارداری میں مصروف رہی اور مشکلات

کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔آخر میں اس سے بھی رخصت لی۔سب سے بخشش طلب کی اور اسپتال کی جانب روانہ ہوا۔

آپریشن تھیٹر میں داخل ہوتے وقت ایسا محسوس ہوا کہ اس کمرے سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔سرجن ٹیم نے بڑی مستعدی کے ساتھ اپنا کام شروع کیا اور میں آہستہ آہستہ بے ہوشی کی گود میں سو گیا۔

امام بارگاہ

دل چاہ رہا تھا بیٹھ کر زار زار گریہ کروں۔ایک چھوٹے سے مذاق کی خاطر دو سال کی عبادت گنوا بیٹھا تھا۔ایک فضول سی غیبت نے میری بہترین عبادتوں کو مٹادیا تھا۔خدا کتنی باریکی سے حساب کتاب لیتا ہے! بنا سوچے ایک ناشائستہ حرکت اور اب افسوس سے ہاتھ ملنا۔(خدایا توبہ)

اسی وقت میز والے جوان کی آواز ائی۔''ایک آدمی یہاں چار مہینے سے تمہارے انتظار میں بیٹھا ہے۔وہ ایک دیندار انسان ہے اور اس کے اعمال بھی نیک ہیں۔اس نے برزخی جنت جانا تھا لیکن تمہاری وجہ سے اس کو یہیں پر روک لیا گیا ہے۔'' میں نے پوچھا وہ کون ہے؟

وہ ہماری مسجد کا ایک بوڑھا متولی تھا ' میرے سامنے اور میز والے جوان کے کنارے کھڑا تھا۔جھک جھک کر سلام و احوال پرسی کی اور پوچھنے لگا۔کہاں رہ گئے تھے؟ میں کئی مہینوں سے تمہارے انتظار میں یہاں بیٹھا ہوں۔

کہنے لگا۔یہ اس زمانے کی بات ہے جب تم مسجد میں ثقافتی اور بسیجی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔میں نے تم پر ناروا تہمت لگائی تھی۔میں یہاں اسی لئے آیا ہوں کہ تم سے بخشش طلب کروں۔

وہ واقعہ اب میرے سامنے تھا۔اس دن میں مسجد میں مصروف تھا۔وہی بسیج اور ثقافتی سرگرمیاں۔یہ بوڑھا متولی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک کونہ میں بیٹھا باتیں کررہا تھا۔میرے پیٹھ پیچھے ایسی بات کہی جس کا مجھ سے کوئی تعلق نہ تھا۔اس نے مجھ پر تہمت لگائی تھی۔اس نے ہماری نیت پر شک کیا تھا۔اس زمانے میں مجھ پر تہمت لگائی جب میں نوجوان تھا اور تازہ تازہ بسیج جوائین کیا تھا۔وہ ایک نیک آدمی تھا لیکن میرا نامہ اعمال تو بالکل خالی ہوگیا تھا۔میز والے جوان سے میں نے کہا۔میں مانتا ہوں وہ ایک اچھے انسان ہیں لیکن میں اس حالت میں اس کو معاف نہیں کرسکتا۔میری فائل کا کیا بنے گا؟ جتنا ممکن ہو ان سے وصول کریں۔

سورہ عبس کی 37 نمبر آیت کا معنیٰ اب میری سمجھ میں آرہا تھا۔۔۔۔

جوان نے میری طرف نظر اٹھائی اور کہنے لگا۔اس بندہ خدا نے ایک جگہ وقف کر رکھی ہے ، بہت بابرکت وقف ہے اور اس کا ثواب بھی بے حساب آرہا ہے۔اس نے تمہارے قصبے میں خالص نیت کے ساتھ ایک عظیم الشان امام بارگاہ تعمیر کی ہے اور لوگ اس سے مستفید ہورہے ہیں۔اب تمہاری مرضی ہے، چاہو تو میں اس امام بارگاہ کا سارا ثواب لیکر تمہارے نامہ اعمال میں لکھ دوں گا بدلے میں تم اس کو معاف کردو۔میں سوچنے لگا ایک تہمت کے بدلے میں ایک پورے امام بارگاہ کا ثواب!! یہ تو اچھا معاملہ ہے۔اس بوڑھے آدمی کی افسردگی اور رنج اس کے چہرے سے عیاں تھی لیکن کوئی اور چارہ نہیں تھا۔اس نے ایک تہمت کے بدلے میں ایک امام بارگاہ کا ثواب میرے نام کیا اور برزخی بہشت کی جانب روانہ ہوگیا۔یعنی صرف ایک تہمت لگائی تھی اور بدلے میں وہ امام بارگاہ دینے پر مجبور ہوا تھا جس کو خالصانہ نیت کے ساتھ راہ خدا میں وقف کیا تھا۔

اس وقت میرا ذہن کہیں اور بھٹک رہا تھا۔سوچ رہا تھا ایک چھوٹی سی تہمت کے بدلے میں ایک انسان اتنی بڑی پراپرٹی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ہمارا کیا حال ہوگا وہاں۔ہم نے تو اپنا پیشہ بنالیا ہے کہ دن رات پیٹھ پیچھے لوگوں کی برائیاں کرتے رہتے ہیں۔ہمارے لئے تو یہ کوئی مسلہ ہی نہیں ہے جب دیکھو مسوولین کے پیٹھ پیچھے' دوستوں اور رشتےداروں کی غیر موجودگی میں ان کی برائیوں میں لگے رہتے ہیں۔

میز والے جوان نے ایک دفعہ پھر مومن کے احترام کی عظمت یاد دلائی اور سورہ نور کی آیت نمبر 19 کی تلاوت فرمائی۔۔۔۔

اس آیہ کریمہ کی تفسیر کے حوالے سے امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔جو کوئی مومن کے بارے میں کچھ سنے یا اپنی آنکھوں سے دیکھے اور پھر دوسروں کے سامنے بیان کرے وہ اس آیت کا مصداق ہے۔

اشکوں کا معجزہ

اضطراب کے عالم میں‌میں بے حسی کا پیکر بن کر اپنے اعمال کی فائل کو دیکھے جارہا تھا۔بت بن کر کھڑا تھا۔کوئی عمل قابل دفاع نہیں تھا۔کسی نے میری دو سال کی عبادت بٹوری تو کسی نے دوسرے نیک اعمال پر ہاتھ صاف کیا۔میری حالت اس بھیڑ کی مانند تھی جس کا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہوتا ہے۔بس بے مقصد دیکھے جارہا تھا۔کیوں‌کہ دوسروں کے مقابل یہاں دفاع کرنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔لیکن دنیا میں اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ اگر کوئی کتنا ہی بڑا مجرم ہو وہ عدالت میں جاکر اپنا دفاع کرسکتا ہے' اچھا وکیل ہائیر کرتا ہے اور کسی حد تک اپنے اوپر لگے الزامات سے بری ہو جاتا ہے۔

لیکن یہ تو اور ہی جہاں ہے۔یہاں کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ میں صرف دیکھتا جارہا تھا۔یہاں تو انسانی فکر و خیالات بھی نمایاں سب کےلئے نمایاں ہیں اعمال کی تو بات ہی اور ہے۔یہاں دلیل کےبغیر دفاع کرنا عین حماقت ہے۔

میرے نامہ اعمال میں ایسے گناہوں کی بہتات تھی جن کے بارے میں کہہ سکتا ہوں۔ کھایا پیا کچھ نہیں گلاس توڑا بارہ آنے۔

مثال کے طور پر ایک شخص نے میرے سامنے کسی اور کی غیبت کی یا اس پر تہمت لگائی اور گناہ کا ایک حصہ میری فائل میں بھی درج کیا گیا۔کتنے ایسے گناہ میرے نام لکھے گئے تھے جن سے مجھے کوئی لذت نہیں ملی تھی بلکہ میری شرم ساری اور آبرو ریزی کا باعث بن گئے تھے۔

بہت ہی دشوار مرحلہ تھا۔حساب کتاب میں اتنی باریک بینی کہ خدا کی پناہ۔

میرے اعمال کی باریک بینی سے چھان بین ہورہی تھی اور میں اپنی حماقتوں کو دیکھ رہا تھا کہ بائیں جانب سے آگ کی حرارت محسوس ہوئی۔اس آگ کی تپش میں عنقریب تھا میرا سارا بدن جل کر راکھ ہو جاتا لیکن۔۔۔۔

یہ کس طرح کی آگ تھی کہ میرا پورا بدن تپش سے جل رہا تھا اور اس کی حرارت ناقابل برداشت تھی لیکن میرا سینہ' میرا چہرہ اور میرے ہاتھ محفوظ تھے۔میں حیرت کا پتلا بنا سوچ رہا تھا کہ میرے بدن کے یہ تین حصے آگ سے بچ کیسے گئے ہیں۔کسی سے پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں ائی۔میرے سوال کا جواب بلا فاصلہ میرے سامنے تھا۔

بچپن سے ہی میں مسجد جاتا تھا اور عزاداری میں شرکت کرتا تھا۔ میرے بابا مجھے ہمیشہ سمجھایا کرتے تھے کہ بیٹا جب تم امام حسین علیہ

السلام' حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کے لئے آنسو بہاؤ تو ان آنسوؤں کی قدر کرو۔یہ آنسو بہت ذی قیمت ہیں۔ ان کی قیمت کا اندازہ تمہیں قیامت کے دن ہوگا۔

میرے بابا نے بزرگوں اور خطیبوں سے سنا تھا کہ ان آنسوؤں کو اپنے سینے اور چہرے پر ملا کریں اور میں ایسا ہی کرتا تھا۔عزاداری اہل بیت اطہار علیہم السلام میں روتا تھا اور جو آنسو بہتے تھے تو ان کو اپنے چہرے اور اپنے سینے پر ملتا تھا۔اب مجھے سمجھ آرہی تھی کہ میرا سینہ ' میرے ہاتھ اور میرا چہرہ آگ کی تپش سے محفوظ کیوں ہیں۔

اس وادی میں آنسوؤں اور توبہ کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوا۔غور سے دیکھا تو میرے بہت سارے گناہ میرے نامہ اعمال میں موجود نہیں ہیں۔رحمت خداوندی کیا ہوتی ہے اس کو اپنے پورے وجود کے ساتھ یہاں پر محسوس کیا۔

گناہکار انسان جب توبہ کرتا ہے اور پھر گناہوں سے مکمل کنارہ کشی اختیار کرتا ہے تو اس کے سارے گناہ نامہ اعمال سے مٹادیے جاتے ہیں۔

حق الناس کے حوالے سے بھی یہ بات دیکھی ہے۔اگر کسی کی گردن پر حق الناس ہے اور انسان صاحب حق کو نہیں پہچانتا ہے اس کی جانب سے رد مظالم ادا کرکے گناہ کے وبال سے بچ سکتا ہے۔لیکن اگر صاحب حق کو پہچانتا ہو دنیا میں اس کا حق لوٹانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔یہ وہ وادی ہے جہاں سے بخشش کے بغیر گزرنے کا امکان نہیں ہے۔اگر ایک چھوٹے بچے کا حق رہ گیا ہو اور اسے بخشش طلب نہیں کی تو وہاں انتظار کرنا پڑے گا۔وہ جب آئے اور بخش دے تب جاکر گزر سکتے ہیں۔

بیت المال

جوانی کے ابتدائی دنوں سے بلکہ جب سے ہوش سنبھالا ہے میں حق الناس اور بیت المال کے حوالے سے بہت محتاط تھا۔میرے بابا ہمیشہ مجھ سے کہا کرتے تھے کہ بیٹا بیت المال کے حوالے سے بہت احتیاط کیا کرو۔خدا را خود کو مصیبت میں مت ڈالنا۔دوسری جانب ممبر اور مسجد کے ساتھ میرا گہرا رابطہ تھا اور علمائے کرام سے بھی یہ مطالب سنتا تھا۔لہٰذا جب سپاہ پاسداران میں کام شروع کیا کوشش یہی رہی تھی کہ دفتری اوقات میں کوئی ذاتی کام انجام نہ دوں۔اگر کسی دن کوئی ذاتی کام پڑتا تھا یا کوئی فون آتا تھا اس دن کسی اضافی تنخواہ کے بغیر اضافی کام کرتا تھا تاکہ آخرت کی مصیبت سے دامن بچا سکوں۔ میری اپنی سوچ یہ تھی کہ بے شک تنخواہ کم ہو لیکن حلال ہو اسی میں برکت ہے۔

دفتر میں کوشش کرتا تھا لوگوں کے کام باریک بینی کے ساتھ انجام دوں اور کسی کو ناراض نہ کروں۔

اپنے نامہ اعمال میں یہ چیزیں میں نے نوٹ کی ہے۔میز والے جوان نے مجھ سے کہا۔خدا کا شکر بجا لاؤ کہ بیت المال تمہارے ذمے نہیں ہے وگرنہ پورے ایرانی قوم سے رضایت اور بخشش طلب کرنی پڑتی۔

میں نے وہاں پر کئی افراد کو دیکھا جن کو روک لیا گیا تھا۔ بیت المال اور لوگوں کی عدم رضایت کے سبب گرفتار تھے۔یہ بات ایک بار پھر بتاؤں کہ وہ دنیا زمان اور مکان کی قید سے ماورا اور آزاد ہے۔یعنی جو لوگ مجھ سے پہلے مرچکے تھے ان کو میں بآسانی دیکھ سکتا تھا اور ان لوگوں کو بھی دیکھ سکتا تھا جو ابھی مرے ہی نہیں ہیں۔ جب کسی انسان کو دیکھتا تھا تو ان سے کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔

ایک لفظ کہے سنے بغیر میں سمجھ جاتا تھا کہ وہ کس مشکل میں گرفتار ہے۔صرف یہی نہیں بلکہ صرف ایک لمحے میں ان سارے امور کو درک کرسکتا تھا۔

ایسے افراد کی تعداد بہت زیادہ تھی جنھوں نے مالی خورد برد کیا تھا اور بیت المال پر ہاتھ صاف کیا تھا اور وہ سب وہاں پر منتظر تھے۔اس ملک کے ایک ایک فرد سے انہوں نے بخشش طلب کرنی تھی بلکہ ان لوگوں سے بھی جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ہیں۔

میرے نامہ اعمال کی اس ضخیم کتاب کے صفحے پر جو کچھ لکھا ہوا تھا اس نے مجھے حواس باختہ کردیا تھا۔وہ قصہ میری آنکھوں کے سامنے تھا۔وہ اس سپاہی کی فوجی خدمت کے آخری ایام تھے۔شہدا کی داستانوں پر مشتمل کچھ کتابیں لے کر ہمارے پاس آیا۔کتابیں طاقچے پر رکھ کر کہنے لگا۔یہ کتابیں یہیں پر رکھ دیتا ہوں۔اس کے بعد جو افراد یہاں فوجی خدمت کے لئے آئیں گے وہ اضافی وقت میں ان کتابوں کا مطالعہ کریں گے۔ساری کتابیں اچھی تھیں۔ایک سال تک طاقچے پر پڑی رہیں۔ جو سپاہی رات کو ڈیوٹی دیتے تھے یا پھر بیکار بیٹھے رہتے تھے کتابیں پڑھ کر اپنا وقت گزارتے تھے۔

وقت گزرتا گیا اور پھر ایک دن میرا کسی اور جگہ ٹرانسفر ہو گیا۔جاتے ہوئے اپنے ذاتی سامان کے ساتھ وہ کتابیں بھی لے کر آیا۔ایک مہینہ گزر گیا اور میں نے محسوس کیا کہ یہاں ان کتابوں کو پڑھنے والا کوئی نہیں ہے۔پہلی والی جگہ کی بنسبت یہاں کتاب خوانی کا ماحول نہیں ہے۔سپاہیوں اور دوسرے افراد کے پاس اضافی وقت نہیں بچتا تھا لہٰذا میں نے کتابیں اٹھاکر اپنی پہلی والی جگہ پر رکھ دیں یہ سوچ کر کہ یہاں لوگ ان سے مستفید ہوسکیں گے۔

میز کے پیچھے موجود جوان نے اس واقعہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔یہ کتابیں بیت المال کا حصہ تھیں اور اسی جگہ کے لئے وقف کی گئی تھیں اور آپ نے بغیر اجازت ان کو کسی اور جگہ منتقل کردیا تھا۔ اگر تم نے یہ کتابیں وہیں چھوڑ دی ہوتی اور ان کو واپس لیکر نہیں گئے ہوتے تو جان لو تم نے ان تمام سپاہیوں اور کارکنوں سے معافی مانگنی تھی۔

خوف کے مارے میرا بدن کانپ رہا تھا۔میں نے تو نیک نیتی سے یہ کام کیا تھا۔کوئی ذاتی استفادہ نہیں کیا تھا۔اپنے گھر بھی نہیں لے کر گیا تھا بلکہ کسی اور یونٹ میں لے کر گیا تھا تاکہ کتابوں سے بہتر استفادہ ہوسکے۔خدایا ان لوگوں کا کیا بنے گا جنھوں نے بیت المال میں خیانت کی ہے اور اس کو اپنی ذاتی ملکیت قرار دیا ہے۔

اسی زمانے میں میری ملاقات اپنے ایک دوست سے ہوئی۔وہ ہمارا کلیگ تھا۔ہمارے دوستوں میں سے وہ دیانتدار اور بااخلاص لڑکا تھا۔اس نے اپنے کمانڈر سے ایک بھاری رقم لی تھی تاکہ اپنے یونٹ کے لئے کچھ ضروری سامان خرید سکے۔اس نے یہ رقم دفتر کی الماری میں رکھنے کے بجائے اپنی جیب میں رکھ لی تھی۔

دوسرے دن ٹریفک حادثے میں اس کا انتقال ہوا۔حساب کتاب کی اس وادی میں وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے گھر والے سمجھے یہ میرا اپنا پیسہ ہے۔انھوں نے وہ رقم خرچ کرڈالی۔کہنے لگا تمھیں خدا کا واسطہ میرے گھر والوں کو کہو یہ پیسے ذمہ دار کمانڈر تک پہنچادیں۔میں یہاں گرفتار ہوں۔تمھیں خدا کا واسطہ۔میرے اوپر تمہارا احسان ہوگا۔ یہاں مجھے سمجھ آئی ہمارے بعض بزرگ کیوں بیت المال کے حوالے سے اتنے حساس ہیں۔حق ہے کہ موت پوچھے بغیر آتی ہے۔

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ سے اس واقعہ کو نقل کیا جاتا ہے کہ خیبر کی سرزمین سے واپسی کے وقت کہیں سے ایک تیر آتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ساتھی نشانہ بنتا ہے۔وہ اسی دم شہید ہوجاتا ہے۔اصحاب کہنے لگے اس کو بہشت کی بشارت ہو۔یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنی تو فرمایا۔میری نظر آپ لوگوں سے مختلف ہے۔اس نے جو ردا پہن رکھی تھی وہ بیت المال کی تھی اور اجازت کے بغیر اٹھائی تھی۔یہی ردا قیامت کے دن آگ بن کر اس سے لپٹ جائے گی۔یہ سن کر ایک اور صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے جوتے کے تسمے اٹھائے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔فورا لوٹا دو ورنہ قیامت کے دن آگ کی صورت میں تمہارے پاؤں سے لپٹ جائیں گے۔

صدقہ

میرے نامہ اعمال کی جانچ پڑتال جاری تھی۔وہ دن تو میرے لئے یادگار دن تھا۔وہ ایسا زمانہ تھا جب ہمیں اعمال کے باطن سے آگاہ کیا گیا۔یعنی مسائل کی حقیقت اور واقعات کے اسباب ہمارے سامنے تھے۔آج کل جس کو ہم چانس کے نام سے جانتے ہیں اس کا وہاں نام و نشان تک نہیں تھا۔زندگی کے ہر واقعہ کے پیچھے کوئی نہ کوئی سبب ضرور رہتا ہے۔

وہ ہماری جوانی کے ایام تھے اور ایک دن سپاہ پاسداران کی جانب سے ایک تعلیمی کیمپ کا اہتمام کیا گیا تھا۔روزانہ کی کلاسیں ختم ہوگئی تھیں اور پھر پروگرام رات گئے تک جاری رہا۔آپ اندازہ نہیں کرسکتے کہ ہم نے اپنے ساتھیوں کو کتنا ستایا تھا۔اکثر دوست سوگئے تھے اور خیموں

کے اندر جاکر سوگئے تھے۔میں اور میرا ایک دوست جاکر ایک ایک کو زبردستی نیند سے جگاتے رہیں۔

اسی وجہ سے مجھے اور میرے دوست کو ایک چھوٹا سا خیمہ دیا گیا اور ہمیں دوسروں سے الگ کردیا گیا۔

دوسری رات بھی ہم باز نہیں آئے اور ایک بار پھر دوستوں کو جی بھر کر ستایا ' پھر تیزی کے ساتھ واپس اپنے خیمے کی جانب پلٹ آئے۔یہ الگ بات ہے کہ اپنے سارے اچھے اعمال اور ان کا ثواب اپنے حرکتوں کی وجہ سے برباد کر دیا۔رات کا آخری پہر تھا اور جب میں نے اپنے خیمے میں قدم رکھا تو یہ دیکھ کر ٹھٹھک گیا کہ میرے بستر پر کوئی اور سورہا ہے۔

میں اپنے لئے ایک اسپیشل سرہانہ لے کر آیا تھا۔دو عدد کمبل بھی تھے اور میں نے سونے کے لئے ایک آرام دہ بستر تیار رکھا تھا۔

میرے خیمے میں روشنی نہیں تھی لہٰذا مجھے پتا نہیں چلا کہ میرے بستر پر کون سو رہا ہے۔میی سوچ رہا تھا شاید کوئی دوست مجھے تنگ کرنے کے ارادے سے یہاں سویا ہے۔میں نے فوجی جوتا پہنا ہوا تھا اور خیمے میں داخل ہوتے ہی ایک محکم لات سوئے ہوئے بندے کو رسید کی۔ خدا کی پناہ۔یہ حاج آقا ہیں۔وہ ہمارے کیمپ کے امام جماعت تھے۔وہ اپنی جگہ سے اچھل گئے اور زور سے چیخ ماری۔کون ہے کیا ہوا؟؟!!

میرے تو حواس جواب دے گئے تھے۔میں خیمے سے نو دو گیارہ ہوگیا۔ وہ تو بعد میں مجھے پتا چلا کہ آقا صاحب کے پاس سونے کی جگہ نہیں تھی۔دوستوں نے مجھے اذیت کرنے کی خاطر یہ کہہ کر انہیں میرے بستر پر سلادیا تھا کہ جناب یہ جگہ ہم نے آپ کے لئے آمادہ کی ہے۔

میں نے انہیں بری طرح سے لات ماری تھی۔ان کا ایک ہاتھ دل پر اور دوسرے ہاتھ سے اپنی کمر پکڑ رکھی تھی۔آقا صاحب خیمے سے باہر

آئے اور کہنے لگے۔خدا کرے تمہاری ٹانگ ٹوٹ جائے۔میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا جو تم نے مجھے لات ماری۔

میں سامنے آیا اور کہا آقا صاحب میں شرمندہ ہوں، معافی چاہتا ہوں۔ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔میں سمجھا کوئی اور ہے۔مجھے خیال نہیں رہا کہ جوتے پہن رکھے ہیں اور ممکن ہے لات سے ہڈی پسلی ایک ہوجائے۔

اس رات میں ان سے مسلسل معافی مانگتا رہا۔پھر میں نے آقا صاحب سے التجا کی کہ جاکر میرے بستر پر سوجائے۔میں نے کہا کہ گاڑی میں جاکر سوجاوں گا بس مجھے سرہانہ لے جانے کی اجازت دیں۔

ٹارچ لیکر آیا اور خیمے میں داخل ہوا۔اپنا سرہانہ اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سرہانے کے نیچے ہتھیلی جتنا بچھو پڑا ہے۔آقا صاحب کو آواز دی۔ وہ بھی خیمے کے اندر داخل ہوئے اور مل کر ہم نے بچھو کو مار ڈالا۔ آقا صاحب نے مجھے غور سے دیکھا اور کہنے لگے برخوردار آج تم نے میری جان بچائی ہے۔لیکن تمہاری لات نے میرے چودہ طبق روشن کر دئے۔ابھی بھی درد ہورہا ہے۔اجازت لے کر گاڑی میں سوگیا اور اگلے دن کیمپ سمیٹ کر واپس آگئے۔

دوسرے دن کلب گیا تو پریکٹس کے دوران میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔ میرے لئے حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ پورا واقعہ میرے نامہ اعمال میں مکمل تفصیل کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔

میز کے پیچھے بیٹھا جوان کہنے لگا۔اس دن تمہاری موت یقینی تھی لیکن صدقے کی وجہ سے تمہاری جان بچ گئی تھی۔وہ بچھو تمہیں مارنے کے لئے وہاں آیا تھا۔

اسی لمحے صدقے والی ویڈیو میرے سامنے تھی۔اس دن شام سے پہلے میری بیگم کا فون آیا تھا۔کہنے لگی ہمارا فلاں ہمسایہ بہت تنگ دست

ہے۔ان کے پاس کھانے کے لئے بھی کچھ نہیں ہے۔مجھ سے پوچھا تمہارے کچھ پیسے گھر میں رکھے ہیں اگر تم اجازت دو تو ان میں سے تھوڑی سے رقم ان کو دے دوں۔میں نے کہا یہ پیسے میں‌نے پائی پائی جوڑ کر اکٹھے کئے ہیں تاکہ بائیک خریدوں۔لیکن کوئی بات نہیں اب تمہاری مرضی جتنا چاہو ان کو دے سکتی ہو۔

وہ جوان کہتا رہا۔صدقے نے تمہاری جان بچائی ہے۔لیکن اس عالم دین کے بارے میں یہ بتاؤں کہ اس دن ان سے ایک غلطی سرزد ہوئی تھی جس کی سزا اس کو ملنی تھی۔لیکن اس کی نفرین سے تمہاری ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔

اس نے صدقے کی اہمیت اور لوگوں کی دستگیری کے حوالے سے بات کی اور سورہ مبارکہ فاطر کی آیت نمبر 29 کی تلاوت کی۔-------
--

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مجھے سمجھایا گیا کہ چاہے صدقہ ہو یا نماز جماعت یا اہل بیت اطھار علیھم السلام کی زیارت ہو یا دینی پروگراموں میں شرکت اور ہر اس کام کی مدت جو خدا کی رضا کے لئے خالصانہ انجام دیا جائے وہ انسان کی عمر میں شمار نہیں ہوتی ہے اور یہ سارے کام انسان کی عمر میں برکت کا باعث بنتے ہیں۔

مشکل کشائی

لوگوں کو احساس نہیں ہے کہ لوگوں کی مشکل کشائی میں خدا نے کیا رکھا ہے لہٰذا زیادہ توجہ نہیں دیتے ہیں۔خدا کے کسی بندے کی مشکل کو دور کرنے کے لئے ایک چھوٹا سا قدم بھی اس دنیا اور عالم آخرت میں بھی بہت عظیم اثرات کا حامل ہے۔انسان اس کا ناقابل یقین اجر

کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔اپنے اعمال کی جانچ پڑتال کے دوران ایسے مناظر نظروں سے گزرے ہیں کہ جن پر یقین نہیں آتا ہے۔

ایک بندہ خدا نے مجھ سے پتہ پوچھا۔میں نے تفصیل کے ساتھ اس کی راہنمائی کی۔وہ دعائیں دیتاہوا رخصت ہوا۔اپنے نامہ اعمال میں اس کی دعاؤں کا نتیجہ دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا۔خدا کی رضا کے لئے جب انسان کسی محتاج کی مدد کے لئے آگے بڑھتا ہے تو دنیاوی زندگی میں بھی اس کے اثرات سامنے آتے ہیں۔

روزمرہ کی زندگی میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ مصیبتیں سر سے گزر جاتی ہیں' ہم کہتے ہیں اچھا ہوا بچ گئے' یا کہتے ہیں خدا کا شکر اس سے زیادہ مسلہ خراب نہیں ہوا' یہ سب کچھ لوگوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ انسان گرفتاریوں سے نجات حاصل کرتا ہے۔

مجھے ہر روز دفتر جاتے ہوئے موٹر وے سے گزر کر جانا پڑتا تھا۔میری عادت تھی کہ دیکھتے ہوئے جاتا تھا راستے میں کسی کو گاڑی کے انتظار میں دیکھتا تھا تو اس کواپنےساتھ بٹھاتا تھا۔

ایک دن بارش کا موسم تھا۔ایک بوڑھی خاتون بارش میں بھیگ رہی تھی اور اس کے پاس بڑا سا بیگ بھی تھا۔اگر چہ خطرے سے خالی نہیں تھا لیکن میں نے اس کو بٹھایا۔اس کا بیگ کیچڑ میں لت پت تھا جس سے سیٹ بھی گندی ہوگئی تھی۔میں نے کچھ کہا نہیں اور اس کو اسکے گھر تک چھوڑ ایا۔وہ مسلسل میرے اموات کے لئے دعائیں کررہی تھی اور درود پڑھ رہی تھی۔اس نے کرایہ دیا تو میں نے لینے سے انکار کیا اور کہا بس صلوات پڑھیں۔

میں نے دوسرے عالم میں اپنے اموات اور رشتہ داروں کو دیکھا۔اس بوڑھی خاتون کی دعاؤں اور درود شریف کی وجہ سے وہ بار بار میرا شکریہ ادا کررہے تھے۔یہ بھی بتاتا چلوں کہ دعاؤں میں صلوات ایک

معجزہ ہے۔اس دعا یعنی صلوات میں ایسی خیر و برکت پوشیدہ ہے جس کا اندازہ اس دنیا میں لگانا ناممکن ہے، اس کا اندازہ اس دنیا کو چھوڑنے کے بعد ہی ہو گا۔

پیامبر رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ ایک مومن کی مشکل کشائی خانہ کعبہ کی زیارت سے ستر گنا افضل ہے۔اس مشکل کشائی کا ماحصل وہاں بہت روشن تھا۔اس دنیاوی زندگی میں بھی اس کے آثار و نتائج سامنے آتے ہیں۔جب انسان خدا کے کسی بندے کی خاطر اپنے آپ کو مشکلات میں ڈالتا ہے تو اسی دنیا میں اس کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہائی اسکول جانے کے ایام میں میری اکثر راتیں مسجد اور بسیج مرکز میں گزرتی تھیں۔قرآنی محافل اور عزاداری کے بعد بھی میں صبح تک مسجد میں ہی رکتا تھا اور پھر صبح سویرے اسکول جاتا تھا۔

ایک نوجوان لڑکے نے بسیج مرکز میں اپنا نام لکھوایا تھا۔ وہ ایک خوبصورت نوجوان تھا لیکن ساتھ میں بہت بھولااورسیدھاسادہ بھی تھا۔

ایک رات جب بسیجی مرکز کے کام ختم کرچکا تھا تو میں نے گھڑی دیکھی۔ صبح کی اذان میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔سارے دوست گھروں کو جا چکے تھے۔میں نے مرکز کے دارالقرآن کا رخ کیا اور نماز شب پڑھنا شروع کیا۔وہ نوجوان ناگہانی طورپر اسی کمرے میں داخل ہوا اور میرے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔نماز ختم کرکے میں نے اسے پوچھا۔ کیا ہوا بھائی۔ اس کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔کہنے لگا کچھ بھی نہیں۔ یہ ابھی تم نے کون سی نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا یہ نماز شب ہے جو صبح کی اذان سے پہلے مستحب ہے۔میں نے کہا اس کا بہت زیادہ اجر و ثواب ہے۔کہنے لگا مجھے بھی سکھاؤ۔

میں نے اس طریقہ سمجھایا۔اس نے میرے پاس ہی نماز شروع کی۔ لیکن میں سمجھ گیا تھا وہ گھبرایا ہوا ہے اور کسی چیز سے خوفزدہ ہے۔ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد ہم دونوں ساتھ ہی مسجد سے نکل گئے۔میں نے پوچھا بھائی اگر کوئی مسلہ ہے تو مجھے بتاؤ میرے تمہارے بھائی جیسا ہی ہوں۔

کہنے لگا مسجد کے سامنے ایک بدمعاش لڑکا میرا انتظار کررہا تھا۔مجھے زبردستی اپنے گھر لے جانا کی کوشش میں تھا۔وہ آدھی رات تک باہر بیٹھ کر میرا انتظار کرتا رہا۔اسی لئے میں بھاگ کر آپ کے پاس آیا۔

دوسرے دن میں نے اس بدمعاش لڑکے کی اچھی طرح خاطر مدارت کی اور اس کو دھمکی دی کہ دوبارہ یہاں نظر نہیں آنا۔اس کے بعد کسی نے اس بدمعاش کو مسجد کے اس پاس نہیں دیکھا۔یہ لڑکا میرا دوست بن گیا اور مسجد میں رفت و آمد شروع کی۔اس کو سکھانے کے لئے میں نے بڑی محنت کی۔خدا کا شکر ہے کہ اب وہ ہمارے محلے کا ایک دیندار لڑکا بن چکا ہے۔

ایک مدت گزر گئی اور پھر سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی میں سلیکشن کا مرحلہ آیا۔میرے دوستوں کو سلیکشن کے مراحل طے کرنے میں چھ ماہ بلکہ اس سے بھی زیادہ وقت لگا۔میرا کام صرف ایک ہفتے میں مکمل ہوا۔میرے دوستوں کا خیال تھا کہ میں نے کوئی سفارش کروائی ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ تم نے اس نوجوان لڑکے کی تربیت کےلئے جو کوشش کی ہے یہ اس کا نتیجہ ہے کہ سلیکشن کے مرحلے میں تمھیں زیادہ تکلیف سے نہیں گزرنا پڑا۔اور یہ تو صرف دنیاوی اجر تھا آخرت میں تمہارا اجر تمہارے نامہ اعمال میں محفوظ ہے۔

مجھ سے یہ بھی کہا گیا کہ تمہاری شادی جو اتنی آسانی سے ہوگئی ہے اور تمہاری آسودہ حالی کی وجہ یہی ہے کہ تم نے دوسروں کی مدد

کرنے میں سستی سے کام نہیں لیا ہے۔نامہ اعمال کی دیکھ بھال کرنے والا افسر کہہ رہا تھا۔خدا کی رضامندی اور بندگانِ خدا کی مشکل کشائی کے لئے ایک چھوٹا سا کام خدا کے نزدیک اتنا ذی قیمت ہوتا ہے کہ انسان اس کام پر حسرت سے کف افسوس ملتا رہے گا جو اس نے چھوڑ دیئے ہیں۔

ایک دن میری بیوی کہنے لگی کہ اسکول میں ایک بچی جسمانی لحاظ سے بہت نحیف اور کمزور ہے۔کئی دفعہ بے ہوش ہوئی اور میں نے پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ ایک یتیم بچی ہے اور اس کا کوئی سرپرست نہیں ہے۔ کہنے لگی میرے ساتھ چلو گے اس کے گھر کا پتا مجھے معلوم ہے۔

دونوں روانہ ہوئے۔اس کا گھر شہر کے مضافات میں تھا۔ایک چھوٹے سے گھر میں داخل ہوئے جو صرف ایک کمرے پر مشتمل تھا۔وہاں آسائش کا کوئی سامان نہیں تھا۔کمرے کے ایک کونے میں چولہا اور فریج رکھا تھا۔

ماں بیٹی اسی کمرہ نما گھر میں رہتی تھیں۔بچی کا باپ ٹریفک حادثے میں فوت ہوچکا تھا۔پانی پینے کے بہانے میں نے فریج کا دروازہ کھولا۔میرا سر گھوم گیا۔یہ فریج تو بالکل خالی تھا اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔یااللہ ۔مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

میری اپنی مالی حالت کچھ اچھی نہیں تھی۔مجھے ان کی مدد کے لئے کوئی راستہ تلاش کرنا چاہیئے۔ذہن میں ایک ترکیب آئی اور سیدھے اپنی خالہ کے گھر پہنچ گیا۔

میرے خالو شہید ہوچکے تھے اور میری خالہ ایک دردمند خاتون تھی۔ میں خالہ کو لیکر ان کے گھر گیا۔اس نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیا۔میں نے تھوڑے سے پیسے ملائے اور اسی رات ان کے لئے جیکٹ اور کپڑے خریدے۔

خالہ نے اسی رات ان کے گھر میں خالی فریج کو کھانے پینے کی چیزوں سے بھر دیا تھا۔اس کے بعد بھی وہ ان کی سرپرستی کرتی رہی ہیں۔

دوسری دنیا میں جب اپنے اعمال کو دیکھنے میں مشغول تھا تو کیا دیکھتا ہوں میرا خالو میری طرف آرہا ہے۔وہ میرے دوستوں کی مانند تھا اور جام شہادت نوش کرکے دوسرے شہدا کے جھرمٹ میں پرودگار کی جانب سے رزق بہشتی سے لطف اندوز ہورہا تھا۔

میرے قریب پہنچا تو مجھ سے لپٹ گیا۔میرے چہرے کا بوسا لیا۔بار بار میرا شکریہ ادا کرتارہا۔میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا اس بے سرپرست گھر کی سرپرستی کا کام تم نے میری بیگم کو سونپ دیا تھا۔اس سے میری بیگم اور تمہارے حصے میں خیر و برکت کا جو خزانہ آیا ہے اس کی وسعت کا تم اندازہ نہیں کرسکتے ہو۔صرف خدا جانتا ہے کہ لوگوں کی مشکل کشائی کے صدقے میں دنیا و آخرت میں تمہاری کون کون سی مشکلات حل ہوتی ہیں۔

امام صادق علیہ السلام سے منقول حدیث یاد آئی۔جو شخص اپنے مومن بھائی کی ایک مشکل حل کرے تو خداوند کریم قیامت کے دن اس کی ایک لاکھ حاجات پوری کرے گا جن میں سے ایک یہ کہ اس کو بہشت میں داخل کرے گا اور دوسرا اس کے رشتہِ داروں کو بھی جنت کا حقدار قرار دے گا۔اصول کافی ج 2 ص 3

نامحرم کے ساتھ

نامحرم کے ساتھ رابطے کے حوالے سے بہت کچھ سنا تھا۔ مثلا جب نامحرم مرد اور عورت تنہائی میں اکٹھے ہوتے ہیں وہاں پر تیسرا فرد شیطان ہو تا ہے۔جب ایک جوان خدا کی جانب چل پڑتا ہے شیطان صنف مخالف کے ذریعے اس کا راستہ روکتا ہے۔یہ بھی لکھا گیا ہے کہ

بیکاری کے اوقات میں شیطان انسان کی فکر کو نشانہ بناتا ہے۔میں ایسے کئی دوستوں کو جانتا ہوں جو دیندار تھے لیکن نامحرموں کے ساتھ آمد و رفت کی وجہ سے شیطان کے وسوسوں کے دام میں پھنس گئے اور زندگی میں مسائل کا شکار ہوئے۔

یہ صرف مرد حضرات کی مشکل نہیں ہے بلکہ وہ خواتین بھی پٹری سے اتر جاتی ہیں جن کے نامحرموں کے ساتھ رابطے ہوتے ہیں۔یہاں پر مجھے حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے کلام پاک کی سمجھ آئی۔آپ نے فرمایا۔ایک خاتون کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ (بلا ضرورت) کسی نامحرم کونہ دیکھے اور نہ کوئی نامحرم مرد اس کو دیکھے۔میں اپنے خدا کا شکر گزار ہوں کہ جوانی کے ابتدائی ایام سے ہی کبھی بیکاری کے ایام نہیں گزارے۔لہٰذا الٹے سیدھے خیالات سے بچا رہا۔شادی بھی میری جلدی ہوگئی تھی۔اس کے باوجود میرے نامہ اعمال میں ایک مسلہ تھا لیکن خدا کی مہربانی سے وہ بھی حل ہوگیا۔

موبائل کا دور تازہ ہی شروع ہوا تھا۔میری بھی عادت تھی اپنے دوستوں کو ایس ایم ایس بھیجتا تھا۔اکثر لطیفے اور طنز و مزاح والے ایس ایم ایس بھیجتا تھا۔ٹیلیگرام (اور واٹس ایپ)اور سوشل میڈیا کا زمانہ ابھی نہیں آیا تھا۔لہٰذا لوگ ایس ایم ایس پر ہی گزارا کرتے تھے۔ہمارے دوست بھی جواب میں لطیفے بھیجتے تھے۔ایک ناشناس نمبر سے کوئی مجھے عشق و عاشقی والے لطیفے بھیجا کرتا تھا۔میں بھی اس کے جواب میں لطیفے بھیجتا تھا۔اس کے بارے میں مجھے کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔میں نے اس کو کال بھی کی تھی لیکن اس نے میری کال کا جواب نہیں دیا۔

وہ ہمیشہ عشق و عاشقی والے لطیفے ہی بھیجتا تھا۔میں نے ایک دفعہ لینڈ لائن سے اس کا موبائل نمبر ڈائل کیا۔اس نے فون اٹھایا تو میں سمجھ

گیا وہ ایک جوان لڑکی ہے۔میں نے فوراً فون رکھ دیا۔اس کے بعد میں نے اس کے ساتھ ایس ایم ایس کا رابطہ بھی کاٹ دیا۔

مجھے یاد ہے کہ میں نے میز والے جوان کے ساتھ گھنٹوں بیٹھ کر باتیں کی ہیں۔وہ ہمیشہ انسان کے اعمال و کردار کے حوالے سے مثالیں پیش کرتا تھا۔میرے روزمرہ کے اعمال دکھاتے دکھاتے کہنے لگا۔نامحرم کو دیکھنے یا اس کے ساتھ تعلق کی وجہ سے انسان کا معنوی ارتقاء مختل ہوجاتا ہے۔کیا تم نے سورہ مبارکہ نور کی آیت نمبر 30 نہیں پڑھی ہے۔(اے)پیغمبر! آپ مؤمنین سے کہہ دیجئیے کہ اپنی نگاہوں کو نامحرم کی جانب دیکھنے سے بچائیں۔

امام صادق علیہ السلام کی ایک نورانی حدیث ہے۔

"بری نظر شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے' جو شخص اس کو میرے خوف کی وجہ سے چھوڑ دے' میں اس کو ایک ایسی ایمانی قوت عطاکروں گا' جس کی شیرینی وہ اپنے دل میں پائے گا "

اس کے بعد مجھ سے کہنے لگا کہ اگر تم ٹیلیفون نہیں کاٹتے تمہارے نامہ اعمال میں ایک عظیم گناہ لکھا جاتا اور دنیا میں ہی تمہیں اس کی سزا بھی بھگتنی پڑتی۔

شہادت کےلئے میری تڑپ کو دیکھ کر میز والے جوان نے مجھ سے ایک ایسی بات کہی جس نے مجھے حواس باختہ کیا۔کہنے لگا۔اگر شہادت کی تمنا ہو اور شہادت تمہارے لئے لکھی بھی جاچکی ہو لیکن ایک حرام نظر کی وجہ سے شہادت کو چھ ماہ پیچھے دھکیلا جاتا ہے۔

وہ دن مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔خواہران کا کیمپ تھا۔اس کیمپ کے مقدماتی امور انجام دینے کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی تھی۔ کہا گیا مربی خواتین کیمپ کے معاملات خود انجام دیں گی ' کھانا پکانے اور تقسیم

کرنے کا کام آپ کے ذمے ہے۔یہ بھی کہا گیا کہ سپاہیوں کواس کام میں شامل نہیں کرنا ہے۔

میں ہر روز تین بار گاڑی میں کھانا لیکر کیمپ جاتا تھا' کھانا میز پر لگاتا تھا اور کسی سے بات کئے بغیر نکل جاتا تھا۔

پہلی رات یک ہمشیرہ دوسری بہنوں کے بعد ائی۔اس نے دیکھا آس پاس کوئی بھی نہیں ہے سلام علیک کے بعد بڑی گرمجوشی سے احوال پرسی شروع کی۔میرا سر جھکا ہوا تھا صرف سلام کا جواب دیا۔

دوسرے دن ایک بار پھر ہنستی مسکراتی میرے پیچھے آئی۔ میں برتن اٹھاکر واپس جارہا تھا کہ اس نے ایک نامناسب بات کی اور ہنستی رہی۔۔میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور کیمپ سے نکل گیا۔

اب اس کی عادت بن گئی تھی کہ جب بھی میں کھانا لیکر جاتا تھا وہ پیچھے پڑ جاتی تھی۔خدا نے مدد کی اور میں نے اپنی حدود پار نہیں کی۔

میں نے سنا تھا کہ قرآن ان خواتین کے بارے میں کہتا ہے کہ۔۔ان

تم عورتوں کا مکر و حیلہ بہت سنگین ہے۔

اپنے نامہ اعمال کو دیکھتے ہوئے اس کیمپ کی باری ائی۔میز کے پیچھے کھڑے جوان کی آواز آئی۔اگر اس مکار عورت کے دام میں پھنس جاتے تو تمہاری عزت و آبرو کے ساتھ ساتھ تمہاری نوکری اور تمہارا گھر بھی چلا جاتا۔کچھ گناہوں کے دنیاوی زندگی پر بہت خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

میرے ساتھیوں میں سے ایک دوست شہید کا بیٹا تھا۔ہم دونوں بہت قریبی دوست تھے۔ہنسی مذاق ہمارا معمول تھا۔ایک اور ہمارے دوست تھے اور وہ ایک دن مذاق میں کہنے لگے کہ آپ فلاں کی ماں سے شادی

کرلیں اس طرح آپ ایک دوسرے کے رشتۂ دار بن جائیں گے۔اس شادی کے نتیجے میں فلانی آپ کا بیٹا بن جائے گا۔اس کے بعد یہ ہماری ہنسی مذاق کا موضوع بن گیا۔میں مذاق سے اپنے اس دوست کو بیٹا کہہ کر پکارتا تھا۔جب بھی ہم اس دوست کے گھر جاتے تھے اور میں اس کی ماں کو دیکھتا تو بے اختیار ہنس پڑتا تھا۔

حساب کتاب کی اس وادی میں میرے دوست کے والد میرے سامنے کھڑے ہوئے' وہی شہید جس کی بیوی کے بارے میں ہم مذاق کرتے تھے۔

دکھ بھرے لہجے میں کہنے لگے۔آپ کو کس نے یہ حق دیا تھا کہ ایک نامحرم خاتون اور ایک انسان کا اس طرح مذاق اڑائیں۔

باغ بہشت

اس صحرا میں کئی واقعات پیش آئے۔میرے کچھ عزیز رشتہ دار اور جاننے والوں سے وہاں ملاقات ہوئی جن کا پہلے انتقال ہوچکا تھا۔ان میں سے ایک میرے چچا مرحوم بھی تھے۔وہ اسپتال میں بھی میرے کنارے کھڑے تھے۔وہ ایک بہت بڑے باغ میں بیٹھے تھے ۔میں نے پوچھا چچا جان کیا اپ نے کوئی خاص نیکی کی تھی جس کے نتیجے میں آپ کو اتنا بڑا باغ ملا ہے؟

کہنے لگا میں اور تمہارا باپ بچپن میں ہی یتیم ہوگئے تھے۔ہمارے والد مرحوم میراث میں ایک بڑا سا باغ چھوڑ گئے تھے۔ایک آدمی نے آکر باغ کی ذمے داری اپنے سر لی اور کہا باغ میں کام کرے گا۔ فصلیں بیچ کر منافع کی رقم والدہ کو دے گا۔لیکن اس نے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا ور سازش کے ذریعے باغ پر قبضہ کر لیا۔انہوں نے باغ

کے حصے کیئے اور آپس میں بانٹ لئے اور ہمارا باغ بیچ ڈالا۔لیکن ان میں سے سب کی عاقبت خراب ہوگئی۔یہاں وہ سب لوگ پھنسے ہیں۔

چونکہ انہوں نے مال یتیم پر ہاتھ صاف کیا تھا لہٰذا خدا نے اس باغ کے بدلے میں ہمیں یہ باغ عنایت کیا ہے۔انشاء اللہ خدا کے کرم سے قیامت میں حقیقی باغ میں جائیں گے۔اس نے باغ کے دوسرے دروازے کی جانب اشارہ کیا اور کہنے لگا۔اس باغ کےدو دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازہ آپ کے والد کا ہے۔وہ دروازہ بھی جلد کھلنے والا ہے۔چچا کے باغ کے ساتھ ہی ایک‌اور بہت بڑا باغ تھا۔اس باغ کی ہریالی اپنی مثال آپ تھی اور انسان دیکھ کر مست ہوجاتا تھا۔یہ باغ ہمارے ایک عزیز کا تھا۔اس نے اپنی ایک زمین وقف کی تھی جس کے بدلے میں وہ اتنے بڑے اور سرسبز باغ کا حقدار پایا تھا۔میں اس باغ کو دیکھنے میں مست تھا کہ یکایک وہ سرسبز باغ جل کر راکھ ہوگیا۔

میرا وہ عزیز حسرت سے اپنے لٹتے سرمایہ کو دیکھ رہا تھا۔ میں حیرت کا مجسمہ بن گیا تھا۔میں نے اس سے پوچھا آپ کا باغ کیوں جل گیا ہے۔

کہنے لگا۔بیٹا یہ وہ مصیبت ہے جو میرے اپنے بیٹے کی وجہ سے میرے اوپر نازل ہوئی ہے۔وہ‌اس‌وقف‌کیے‌ہوے زمین کی خیرات کا ثواب مجھ تک پہنچنے میں رکاوٹ بنتا ہے۔وہ کتنی حسرت سے یہ جملے دہرارہا تھا۔ میں نے پوچھا۔چچا اب کیا ہوگا۔اب آپ کیا کریں گے؟

کہنے لگا میرے اس باغ کو آباد ہونے میں بہت وقت لگے گا۔لیکن ڈر ہے میرا بیٹا دوبارہ اس کو نابود کرنے کی کوشش کرے گا۔ مین اس مسلہ سے اگاہ تھا' وقف زمین اور اس کے ناخلف بیٹے کی حرکتوں سے آگاہ تھا لہٰذا میں نے بات وہیں چھوڑ دی۔

وہ ایسی دنیا تھا جہاں آپ اپنے ارادے سے کہیں بھی پہنچ سکتے تھے۔ یعنی ارادہ کیا اور ایک ہی لمحے میں آپ اپنے مقصد پر پہنچ گئے۔

میرا پھوپھی زاد بھائی آٹھ سالہ ایران عراق جنگ میں شہید ہوا تھا۔ ذہن میں آیا اس کا مقام دیکھ لوں۔دیکھتے ہی دیکھتے ایک بہت ہی حسین و جمیل باغ کے اندر پہنچ گیا۔جو کچھ انسان وہاں دیکھتا ہے اس کو بیان کرنے کےلئے انسان کے پاس الفاظ نہیں ہیں کیونکہ ان کی شبیہ یہاں موجود نہیں ہے۔میرے بس میں نہیں ہے کہ وہاں کی زیبائی کی تصویر کشی کروں۔

ایک شخص کی مثال لیں۔فرض کریں اس نے زندگی میں کبھی بھی کوئی خوبصورت ' پر فضا اور سرسبز جگہ نہیں دیکھی ہو۔آپ اس کے سامنے کیسے بیان کریں گے کہ خوبصورت پارک یا سرسبز جنگل یا لہلہاتا باغ کیا ہوتا ہے۔جتنا بھی آپ توصیف کریں گے وہ اپنے ذہن میں اس کی صحیح تصویر نہیں بنا پائے گا۔

ہمارا حال بھی یہی ہے۔وہ سب کچھ ناقابل توصیف ہے بس کوشش کرتا ہوں ایسے الفاظ میں بیان کروں جن کو انسانی ذہن ھضم کرسکے۔

میں نے ایک وسیع و عریض باغ میں قدم رکھا جس کے انتہا کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔جس گھاس پر چل رہا تھا اس کی لطافت اور خوبصورتی دل کو چھو لیتی تھی۔پھولوں کی خوشبو سے معطر ہوا سے انسان پر مدہوشی طاری ہوتی تھی۔دلکش' رنگارنگ اور ہر قسم کے پھلوں سے لدے درختوں کی بہتات تھی۔میں تھوڑی دیر کے لئے چمن زار پر لیٹ گیا۔ایسا محسوس ہورہا تھا کہ پرندوں کے پروں سے بنائے گئے نرم و آرام دہ تخت پر لیٹا ہوں۔ہر طرف بنی بنی خوشبو پھیلی تھی۔پرندوں کی چہچہاہٹ اور بہتے دریاؤں کی نغمہ سرائی کا جواب نہیں تھا۔وہ منظر توصیف سے ماورا ہے۔سر اٹھایا تو پھلوں سے لدے درختوں کو دیکھا۔

کھجور کا درخت دیکھا تو دل میں خیال آیا کہ یہاں کے کھجوروں کا ذائقہ کیسا ہوگا۔کیا دیکھتا ہوں کھجور کا درخت میری جانب جھک گیا۔میں نے ہاتھ آگے بڑھایا اور ایک کھجور توڑ کر منہ میں رکھ لی۔اس کھجور کی مٹھاس کو دنیا میں موجود کسی میٹھی چیز سے مقایسہ کرنا ناممکن ہے۔

اپنی اس دنیا میں اگر مٹھاس حد سے زیادہ ہو تو اس انسان کا دل بھر جاتا ہے۔لیکن اس کھجور کی مٹھاس کو میں کیا بیان کروں۔اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تو دیکھا چمن کی گھاس پہلی والی حالت میں پلٹ گئی ہے۔وہاں سے دریا کا رخ کیا۔دنیا میں معمولاً دریا کے کنارے کیچڑ ہوتا ہے انسان احتیاط سے چلتا ہے کہ کہیں پاؤں گندے نہ ہو جائیں۔وہاں کے دریا کی کیا بات ہے۔دریا کے کنارے کانچ کی مانند براق اور دلربا ہے۔ پانی کو دیکھا تو اتنا صاف و زلال تھا کہ نگاہ اس کی تہ تک جاتی تھی۔ دل چارہا تھا اس کے اندر کود جاؤں۔لیکن اچانک دل میں خیال آیا کہ مجھے فوراً پھوپھی زاد بھائی کے محل کی جانب جانا چاہیۓ۔دریا کے اس پار سفید رنگ کا ایک بہت بڑا خوبصورت محل تھا جس کی خوبصورتی ناقابل توصیف اور وہ دنیا کے محلات سے بالکل الگ تھا۔وہ ان برفانی محلات کی مانند تھا جن کو ہم بچپن کے ایام میں کارٹونوں میں دیکھا کرتے تھے۔محل کی دیواریں نورانی تھیں۔دریا کے اس پار جانے کے ارادے سے کسی پل کی تلاش کا ارادہ کیا تو دیکھا اس کی ضرورت نہیں ہے۔میں پانی پر سے گزر کر اس طرف جاسکتا ہوں۔پانی پر سے چل کر دریا کے دوسری جانب اترا جہاں میرے پھپھی زاد بھائی کا محل تھا۔ اس کی دلکشی کے سحر میں آنکھیں جھپکانا بھول گیا تھا۔

ان سے ملا تو کہنے لگا۔یہاں پر ہم اہل بیت اطھار علیہم السلام کے پڑوس میں ہیں۔یہاں سے ہمیں آئمہ اطہار علیہم السلام کی ملاقات کا شرف بھی نصیب ہوتا ہے اور یہ برزخ کی سب سے بڑی نعمتوں میں

سے ایک نعمت ہے۔یہاں سے ہم اپنے دوستوں ' رشتہ داروں اور شہداء کی ملاقات کے لئے بھی جاسکتے ہیں۔

مولا کے رکاب میں جانثاری

یہ 2009 کی بات ہے۔رجب اور شعبان کے بابرکت مہینے تھے جب خانہ خدا اور مدینہ منورہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔احرام باندھنے کے بعد ہم نے مسجد الحرام میں قدم رکھا۔اعمال بجا لانے کے بعد اپنے مقرر کردہ جگہ پر واپس آئے۔کاروان کے ہمراہ ایک عالم دین تھے۔ مجھ سے کہنے لگے کہ تین خواتین ابھی ابھی آئی ہیں۔آپ تھوڑی سی زحمت کریں اور ان کو طواف کے لئے لے جائیں۔

تھکاوٹ سے میں بے حال تھا لیکن پھر بھی قبول کیا۔ دیکھا ہمارے کاروان کی تین جوان سال عورتیں میری جانب آرہی ہیں۔جونہی ان کو دیکھا نگاہیں فورا جھک گئیں۔

میرے پاس ایک اضافی تولیہ تھا۔تولیہ کا ایک سرا میں نے پکڑ لیا اور دوسرا سرا ان کو تھما دیا۔ان سے کہا کہ میں طواف کے دوران پیچھے مڑکر نہیں دیکھوں گا۔حرم میں بہت زیادہ رش ہے آپ لوگ تولیہ کا سرا پکڑ کر میرے پیچھے پیچھے آجائیں۔تقریبا دو گھنٹوں کے بعد تھکاوٹ سے چور واپس لوٹ آیا۔اس دوران نہ میں نے ان کی طرف نگاہ اٹھائی اور نہ ہی ان سے کوئی بات کی۔

ان کو طواف کروانے کی ذمے داری میری نہیں تھی لیکن خدا کی خوشنودی کی خاطر میں نے اس کام کہ انجام دیا۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران لوگ بار بار بازاروں کے چکر لگاتے رہے لیکن میں صرف حرم زیارت کے لئے جاتا تھا۔پہلے رہبر معظم انقلاب کی نیابت اور پھر شہدا

کی نیابت میں طواف کرتا تھا۔کوشش کرتا تھا اس معنوی فضا سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کروں۔

اب یہاں پر میرے اعمال کی قیمت لگائی جارہی تھی۔میز کے پیچھے بیٹھا جوان ان اعمال کی جانب اشارہ کرتے ہوا کہنے لگا۔ان خواتین کو جس خالص نیت سے طواف کروایا ہے اس کے بدلے میں تمہارے نامہ اعمال میں ایک واجب حج کا ثواب لکھا گیا ہے۔مزید کہنے لگا جو طواف دوسروں کی نیابت میں انجام دئے ہیں ان کے لئے دوگنا ثواب تمہارے نامہ اعمال میں لکھ دیا گیا ہے۔

وہ شعبان کے ابتدائی ایام تھے۔ہم مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ایک دن صبح سویرے قبرستان بقیع کی زیارت میں مشغول تھا۔اپنے قریب ایک وہابی پولیس والے کو دیکھا جو ایک جوان لڑکے کا کیمرہ چھین رہا تھا جو بقیع کی تصویر بنانا چاہ رہا تھا۔میں تیزی سے اس کی جانب بڑھا اور اس کے ہاتھ سے کیمرہ چھین کر لڑکے کو پکڑا دیا۔میں قبرستان کے آخری سرے تک چلا گیا۔زیارت عاشورا پڑھتے پڑھتے میں عثمان کی قبر کے سامنے پہنچ گیا تھا۔وہ پولیس والا میرے پیچھے آگیا تھا اور گھور گھور کر مجھے دیکھ رہاتھا۔اچانک میرے سامنے آگیا ' میرا بازو پکڑلیااور فارسی زبان میں اونچی آواز سے کہنے لگا۔کیا پڑھ رہے ہو۔کیا لعنت بھیج رہے ہو؟

میں نے کہا نہیں ۔ میرا بازو چھوڑ دو۔لیکن وہ چیختا رہا چلاتا رہا اور دوسرے بہت سارے سپاہیوں کو اکٹھا کیا۔اسی اثناء میں میری طرف دیکھ کر مولا امیر المومنین علی علیہ السلام کے بارے میں نازیبا بات کہی۔

اب میری برداشت جواب دے چکی تھی۔اس کی نازیبا بات کو دوسرے زائرین نے بھی سن لیا تھا۔اب چپ رہنا میرے بس میں نہیں تھا۔

میں نے اس کے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔اس کے ساتھ ہی چار سپاہی مجھ پر حملہ آور ہوئے اور بری طرح مارنا شروع کیا۔ ان میں سے ایک اہلکار نے میرے کندھے پر مہلک ضرب لگائی جس کا درد کئی مہینوں تک برداشت کرتا رہا۔زائرین میری مدد کو آئے اور ان کے چنگل سے نجات دلائی اور میں فورا وہاں سے بھاگ نکلا۔

اعمال نامہ کو دیکھ رہا تھا کہ قبرستان بقیع میں اس جھگڑے کی روداد مجھے دکھائی گئی۔مجھ سے کہا گیا کہ آپ صرف مولا امیر المومنین علی علیہ السلام کی محبت میں ان اہلکاروں سے الجھ گئے تھے اور تمہارا کندھا بھی زخمی ہوگیا تھا۔اسی وجہ سے تمہارے نامہ اعمال میں مولا علی علیہ السلام کے رکاب میں جانثاری کا ثواب لکھ دیا گیا ہے۔

شہید اور شہادت

قیامت کے اس مختصر سفر میں شہید اور شہادت کے حوالے سے میرا نکتہ نظر بالکل تبدیل ہوگیا ہے۔اس کی کچھ وجوہات ہیں۔

ہمارے شہر میں ایک استاد تھے جو بچوں کی تربیت کا کام کرتے تھے۔ ان کی کوششوں کے نتیجے میں بہت سارے نوجوان اہل مسجد بن گئے تھے۔وہ خلوص نیت کے ساتھ کام کرتے تھے۔ہمارا اہل مسجد بننے میں بھی اس کا بڑا کردار تھا۔

یہ بندہ خدا ایک دن گاڑی چلارہا تھا کہ اس نے لال بتی کو کراس کیا۔ اس کے نتیجہ میں ایک خوفناک ایکسڈنٹ ہوا جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی۔

میں نے اس بندہ خدا کو شہدا کی صف میں دیکھا اور اس کو شہادت کا رتبہ ملا تھا۔مجھے اس سے ہمکلام ہونے کا موقع ملا۔پتا چلا وہ مرتبہ شہادت کا حقدار اس لئے قرار پایا ہے کیونکہ وہ اپنے گاوں کی مسجد اور

اپنے محلے میں ایک نیک کردار انسان تھا اور دینی احکامات کی رعایت کرتا تھا۔ لہٰذا اس کو شہادت کا رتبہ عطا کیا گیا تھا۔

لیکن ایک سوال نے مجھے پریشان کر رکھا تھا۔ وہ تو ایکسڈنٹ میں مارا گیا تھا اور غلطی بھی اس کی اپنی تھی کیونکہ ٹریفک قانون کی رعایت نہیں کی تھی۔ وہ اچانک مجھ سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ میرا ڈرائیونگ سیٹ پر برین ہمریج ہوا تھا جس سے میری موت واقع ہوئی تھی اور سامنے والی گاڑی کے ساتھ تصادم اس کے بعد ہوا تھا۔ ایکسیڈنٹ میں میرا ذرہ برابر بھی قصور نہیں تھا۔

ایک اور جگہ پر اپنے والد مرحوم کے دوست سے ملاقات ہوئی۔ وہ جنگ کے ابتدائی ایام میں شہید ہوگیا تھا اور اس کو ہمارے شہر کے قبرستان شہدا میں دفنایا گیا تھا۔ وہ تو مصیبت میں گرفتار تھا اور رتبہ شہادت سے محروم تھا۔ یہ بات میرے لئے حیرانی کا باعث تھی۔ میں کیسے بھول سکتا ہوں اس کو شہدا کے تابوت میں قبرستان لے کر گئے تھے لیکن وہ شہید کیوں نہیں ہے؟

اس نے وجہ خود ہی بتادی۔ میں محاذ پر ضرور گیا تھا لیکن میرا جہاد کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں اپنے کاروبار کے سلسلے میں اور قالینوں کی خریداری کے لیے سرحدی علاقے میں گیا تھا۔ وہاں پر بمباری ہوئی جس سے میری موت واقع ہوئی اور میری لاش لوگوں نے مجاہدین کے ساتھ رکھ دی تھی۔ شہر لاکر ہمیں دفن کیا گیا اور وہ سمجھیں کہ میں بھی مجاہد تھا۔

شہداء کے حوالے سے سب سے حیران کن بات میرے پڑوسی کی ہے۔ مجھے بالکل اچھی طرح یاد ہے کہ ہائی اسکول کے دنوں میں ہمارا زیادہ تر وقت مسجد ' کلاس یا قرآن خوانی یا پھر عزاداری میں گزرتا تھا۔ رات کے پچھلے پہر ہم واپس گھر لوٹتے تھے اور رستے میں ایک باریک اور

تاریک کوچے سے گزرنا پڑتا تھا۔بچپن سے ہی ہم بہت شریر تھے۔ لوگوں کے گھروں کی گھنٹیاں بجاتے تھے اور پھر جلدی سے نو دو گیارہ ہو جاتے تھے۔

اس رات سارے دوست جلدی نکل گئے تھے اور میں سب سےاخر اکیلے ہی گھر کی جانب نکل پڑا۔میرے جو دوست تھوڑی دیر پہلے وہاں سے گزرے تھے انہوں نے کسی کے گھر کے دروازے کی گھنٹی پر ٹیپ چپکا دیا تھا اور فورا وہاں سے بھاگ گئے تھے۔دروازے کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔گھر سے ایک لڑکا فورا باہر آیا۔اس کا تعلق بھی بسیج سے تھا۔ٹیپ ہٹاکر وہ میری طرف متوجہ ہوا۔

اس کو کسی نے بتایا تھا کہ میں اس طرح کی شرارتوں کا عادی ہوں۔ اس نے مجھے کلائی سے پکڑا اور کہنے لگا آج میں تمہیں تمہارے ابو کے پاس لیکر چلتا ہوں اور تمہاری شرارتوں کے بارے میں ان کو بتاؤں گا۔میں قسمیں کھاتا رہا کہ یہ میری شرارت نہیں تھی لیکن وہ نہیں مانا اور مجھے زبردستی میرے گھر لایا اور میرے ابو کو بلایا۔

اس رات ہمارے پڑوس میں شادی تھی اور بہت زیادہ رش بھی تھا۔ بابا نے سنا تو بہت ناراض ہوئے اور سب کے سامنے میری پٹائی کی۔ اس واقعے کو کئی سال گزر گئے اور پھر یہ بسیجی جوان آٹھ سالہ ایران عراق جنگ کے آخری ایام میں درجہء شہادت پر فائز ہوئے۔

یہ پورا واقعہ اور میری پٹائی کا منظر میرے نامہ اعمال میں درج تھا۔ میں نے میز والے جوان سے پوچھا۔آپ کی نظر میں اس شہید سے مجھے کس طرح اپنا حق لینا چاہیئے۔اس نے میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدبازی سے کام لیا ہے۔

وہ کہنے لگا اس شہید کا یہاں آنا ضروری نہیں ہے۔میرے پاس یہ اختیار ہے کہ اس شہید سے راضی ہونے کے لئے تم جتنا چاہو میں

تمہارے گناہ معاف کرسکتا ہوں۔اچانک میرے نامہ اعمال کے ورق پلٹنے لگے اور میں حیران دیکھتا رہا کہ ہر صفحے سے میرے گناہ مٹ رہے تھے۔میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔تقریباً ایک سے دوسال کے میرے گناہ معاف ہو گئے تھے۔میز والے جوان کی آواز آئی اب راضی ہو۔میں نے کہا جی ہاں راضی ہوں۔لیکن پھر پشیمان ہوا۔کیا ہی اچھا ہوتا میں صبر کرتا تاکہ میرے نامہ اعمال میں سے سارے گناہ صاف ہوجاتے۔

لیکن پھر بھی برا سودا نہیں تھا۔اسی وقت وہ شہید بھی تشریف لایا۔ سلام کرکے بغل گیر ہوا اور اس کی زیارت سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔

کہنے لگا میرے یہاں آنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن پھر بھی آیا ہوں تاکہ آمنے سامنے آپ سے معافی مانگوں۔اگر چہ آپ کا بھی قصور تھا کیونکہ آپ ایسی شرارتیں کرتے رہتے تھے۔

حقوق العباد

جب سے مجھے نوکری ملی ہے میں نے اپنا خمسی سال معین کیا تھا۔ہر سال اضافی آمدنی کا حساب لگاتا تھا اور اس کا پانچواں حصہ خمس کے عنوان سے ادا کرتا تھا۔

ہمارے محلے میں بہت سارے اچھے علمائے دین تھے لیکن میرے ایک دوست نے بتایا تھا کہ محلے میں ایک عمر رسیدہ عالم دین ہیں۔کہنے لگا مل کر چلتے ہیں اور خمس کی رقم ان کو دیکر رسید لیتے ہیں۔

میں خمس کے معاملے میں بہت احتیاط کیاکرتا تھا۔کوشش یہی رہتی تھی کہ کوئی معمولی سی چیز بھی نہ چھوٹ جائے۔نوے کی دہائی سے میں رہبر معظم انقلاب کا مقلد ہوں۔مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ میری خمس کی رقم بیس ہزار تومان تھی۔

ایک سال میں نے جب اس عمر رسیدہ عالم دین کو خمس کی رقم تھمائی تو تاکید کی کہ رہبر معظم کے دفتر سے میرے لئے رسید ضرور لے کر آئیں۔اگلے ہفتے رسید لینے گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ رسید کسی اور ہی آیت اللہ کی ہے۔

میں نے پوچھا یہ کس طرح کی رسید ہے؟ کہیں آپ سے غلطی تو نہیں ہوئی ہے؟ میں نے صاف صاف کہا تھا کہ میں رہبر معظم کا مقلد ہوں۔

وہ کہنے لگا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔مجھے بہت غصہ آیا اور میں نے انہیں دوٹوک الفاظ میں کہہ دیا کہ مجھے ہر حال میں دفتر رہبری کی رسید چاہیے۔میں نے آپ سے کہہ دیا تھا کہ میں رہبر معظم کا مقلد ہوں اور میرا خمس بھی ان تک پہنچنا چاہیے۔

ایک ہفتہ گزر گیا۔میں دوبارہ رسید لینے پہنچ گیا تو اس نے ایک رسید تھما دی جو مہر کے بغیر ہی تھی۔اس کے صحیح یا غلط ہونے کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔لیکن اس کے بعد میں نے اکاؤنٹ نمبر لے لیا اور خمس کی رقم خود ہی ٹرانسفر کرتا تھا۔

ایک دو سال گزر گئے اور پھر وہ عمر رسیدہ عالم بھی دنیا سے چلا گیا۔ بعد میں مجھے پتا چلا کہ اس عالم نے کئی اور افراد کا خمس بھی اِدھر اُدھر کیا ہے۔

اپنے اعمال کو دیکھنے میں مصروف تھا کہ اچانک اسی عمر رسیدہ عالم کو دیکھا۔اس کی حالت بہت خراب تھی۔

حقوق العباد کے معاملے میں اس نے بہت زیادہ لاپرواہی سے کام لیا تھا اور وہ لوگوں کا مقروض تھا لہٰذا بری طرح پھنس گیا تھا۔خمس میں خورد برد نے اس کو بیچارہ کردیا تھا۔بہت سارے عام افراد اس سے بہتر حالت میں تھے۔

وہ عمر رسیدہ عالم میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں اس کو معاف کردوں۔لیکن اس کا معاملہ اتنا خراب تھا کہ میرے معاف کرنے یا نہ کرنے سے اس کو کوئی خاص فرق نہیں پڑتا تھالہٰذا میں نے بھی انکار کردیا۔

میز کے پیچھے بیٹھا جوان گویا ہوا۔یہ جن لوگوں کو آپ یہاں پر دیکھ رہے ہیں' جو آپ سے معافی مانگنے آئے ہیں یا آپ ان سے معافی کے طلبگار ہیں' 'یہ سب لوگ مر چکے ہیں۔جو لوگ دنیا میں ہیں اور ابھی تک زندہ ہیں ان کا حساب کتاب ابھی باقی ہے۔جس دن وہ مرجائیں گے اور برزخ میں داخل ہوں گے ان کا بھی حساب کتاب اسی طرح ہوگا۔

کہنے لگا کہ جو لوگ ابھی زندہ ہیں وہ جس دن مرگئے آپ کا ان کے ساتھ حقوق العباد کے بارے میں حساب کتاب ہوگا۔حقوق العباد کے بارے میں اس نے مجھ سے بہت ساری باتیں کیں۔کہنے لگا مجھے ان لوگوں پر افسوس ہوتا ہے جنھوں نے اپنی ساری زندگی عبادت میں بسر کی لیکن لوگوں کے حقوق کی رعایت نہیں کی۔یہ بھی جان لو کہ اگر کسی نے تمہارا حق غصب کیا ہو اور تم نے دنیا میں ہی اسے معاف کردیا ہو تو بدلے میں تمہارے نامہ اعمال میں اس سے دس گنا زیادہ ثواب لکھا جاتا ہے۔لیکن اگر تم نے اس کو برزخ کے لئے چھوڑ دیا ہو تو صرف اس کے برابر ہی ثواب ملے گا۔

ایک اور بات جس کے بارے میں لوگ سہل انگاری سے کام لیتے ہیں وہ حقوق اللہ ہے۔کہتے ہیں سب کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے اور خدا انشاء اللہ ہماری خطاؤں سے چشم پوشی کرے گا۔حقوق العباد کا مسلہ بھی معلوم ہے۔لیکن اپنے بدن کے حقوق یا حق النفس کے حوالے سے

لوگ بالکل بے توجہی کا شکار ہیں۔ایسا لگتا ہے جسم کے حقوق خدا نے معاف کردیئے ہیں۔

اس نفسا نفسی کے عالم میں کچھ ایسی باتوں کا مشاہدہ کیا جن کا تعلق میرے اپنے بدن(نفس) کے حقوق کے ساتھ تھا۔

میری جوانی کا زمانہ تھا۔ایک دن اپنے دوستوں اور محلے کے لڑکوں کے ساتھ پکنک پر جانے کا اہتمام کیا۔شہر سے باہر باغات کا رخ کیا۔جس شخص نے اس پکنک کا انتظام کیا تھا وہ اپنے ساتھ حقہ لے کر آیا۔اس کے ہاتھ میں سگریٹ کا ایک پیکٹ بھی تھا۔اس نے ایک ایک کرکے سگریٹ جلائے اور سب دوستوں کے ہاتھ میں تھما دئے۔میرے والد مرحوم بھی سگریٹ پینے کے عادی تھے لیکن مجھے بچپن سے ہی سگریٹ نوشی سے نفرت تھی۔

اس دن میں نے سگریٹ پی اگر چہ میں شدید الجھن محسوس کررہا تھا۔احساس کمتری نے مجھے سگریٹ پینے پر مجبور کردیا تھا جس سے میری طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی۔مسلسل کھانس

رہا تھا اور یوں محسوس ہورہا تھا کہ میری سانس رک جائے گی۔

وہ دن اور آج کا دن کبھی بھی سگریٹ یا حقے کے قریب بھی نہیں گیا۔لیکن اس دنیا میں مجھ سے اس بارے میں پوچھ گچھ ہوئی۔تمھیں معلوم تھا کہ سگریٹ نوشی تمہارے لئے نقصان دہ ہے پھر بھی تم نے ایک مرتبہ ہی صحیح ایسی حرکت ہی کیوں کی؟ تم نے اپنے بدن کا حق پامال کردیا اور اس کا تمھیں حساب دینا ہوگا۔ایک بار سگریٹ پیکر میں دوسرے جہان میں خود کو مصیبت میں ڈال چکا تھا۔

وہاں پر ایسے کتنے لوگ میری نظروں سے گزرے ہیں جو دنیا میں دیندار تھے لیکن اپنے جسم کے حقوق سے غفلت برتنے کے جرم میں انہیں روک لیا گیا تھا۔حقہ اور سگریٹ نوشی نے ان کی زندگیوں کا

وقت سے پہلے خاتمہ کردیا تھا اور وہ اپنے آپ پر ظلم کرنے کے جرم میں پھنس چکے تھے۔

شادی اور رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک

شادی کی اہمیت کے حوالے سے کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کی مانند ہے۔اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے یہ بات درست ہے کہ ایک گھر کا بوجھ اٹھانا بہت دشوار کام ہے۔لیکن احادیث میں بتایا گیا ہے کہ شادی کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اور اہل ایمان کا نصف ایمان شادی کے بغیر مکمل نہیں ہوتا ہے۔گھر میں بچوں کے آنے سے خیر و برکت کا نزول شروع ہوتا ہے۔سورہ مبارکہ اسرا کی آیت نمبر 31 میں گھر کی رزق و روزی کے حوالے سے ارشاد ہوتا ہے۔ہم ان کو اور تمہیں بھی روزی عطا کریں گے۔۔۔۔۔اس آیت میں زوجہ اور اولاد کے رزق و روزی کو پہلے بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد خود انسان کے رزق کی بات ہوئی ہے۔

دوسرے الفاظ میں انسان کے لئے خیر و برکت کے بہت سارے دروازے بیوی بچوں کے سبب کھلتے ہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ دنیا اور مشکلات کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔شادی اور ازدواجی زندگی میں بھی مشکلات کا پیش آنا ایک قدرتی بات ہے۔دوسری جانب یہ بھی حقیقت ہے کہ جب بھی انسان بیوی بچوں سے ملتا ہے خدا کی برکتوں اور رحمتوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھنا خدا کی نگاہ میں میری مسجد (مدینہ) میں اعتکاف میں بیٹھنے سے افضل ہے۔اس کے علاوہ انسان کے لئے خیر و برکت کے بہت سارے دروازے فرزند کی وجہ سے کھل جاتے

ہیں۔صالح فرزند سے بہتر شاید ہی انسان کے لئے کوئی اور باقیات الصالحات ہو۔امام رضا علیہ السلام کا اس حوالے سے ارشاد گرامی ہے۔ جب خداوند متعال انسان کی بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو جب تک وہ اپنے فرزند کو نہ دیکھے اس کو موت نہیں آتی ہے۔

جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے یہ بات ہمیشہ ذہن نشین کی ہے کہ اگر کوئی نیک کام انجام دوں تو اس کا ثواب ان سب کے نام کرتا ہوں جن کا میری گردن پر حق ہے آدم سے لیکر خاتم تک ' اور اسی طرح مومنین کی ارواح نیز والدین کو ہدیہ کرتا ہوں۔

دوسری دنیا میں اپنے دادا کو دیکھا۔وہ اپنے دوستوں کے ہمراہ آئے تھے ۔وہ میرا بار بار شکریہ ادا کررہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہمیں آپ جیسی اولاد پر فخر ہے۔تمہاری جانب سے خیر و برکت کے ذی قیمت تحفے آتے ہیں اور ہم ہمیشہ تمہارے لیے دعا گو ہیں کہ خدا تمہاری توفیقات خیر میں مزید اضافہ کرے۔

ہمارے یہاں رسم ہے کہ لوگ زیادہ تر اپنے رشتے داروں کے یہاں شادی کرتے ہیں۔میری اپنی شادی اپنے ہی ماموں کی بیٹی سے ہوئی ہے۔اپنے خاندان میں میری اس حوالے سے شہرت ہے کہ میں صلح رحمی میں پیش پیش ہوتا ہوں۔رشتۂِ داروں کے یہاں مسلسل آنا جانا رہتا ہے اور میری کوشش رہتی ہے کہ اگر کسی کو کوئی پریشانی ہو تو اس کو دور کروں۔

میری ایک پھوپھی ہیں جو ایک شہید کی ماں ہیں۔اس کا ذکر پہلے بھی گزر چکا ہے اور اسی کا بیٹا آپریشن تھیٹر میں میرے سرہانے کھڑا تھا۔ میرے رشتے دار کہا کرتے ہیں کہ میں اپنی اسی پھوپھی کا بیٹا لگتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا متواتر پھوپھی کے گھر آنا جانا رہتا ہے اور کوشش رہتی ہے مشکلات میں ان کی کوئی مدد کرسکوں۔

میری خالہ کا شوہر بھی شہید ہوچکا ہے۔ان کی پریشانیوں میں بھی ان کی مدد کو پہنچ جاتا ہوں۔اس کے اثرات زندگی کے ہر قدم پر دکھائی دیتے ہیں۔

میرے خاندان والوں کی دعائے خیر کے صدقے خدا میری مشکل کشائی کرتا ہے۔مجھے دکھایا گیا کہ میرے والدین کی دعائے خیر کے صدقے میں خدا نے مجھے مہلک ترین حادثات سے نجات دی جن میں میری جان بھی جاسکتی تھی۔

امام صادق علیہ السلام کا اس حوالے سے ارشاد مبارک ہے۔صلہ رحمی سے انسان کا اخلاق اچھا' اس کے ہاتھ سخاوت مند' دل و جان پاکیزہ ' روزی میں برکت آجاتی ہے اور موت بھی ٹل جاتی ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ جو شخص اپنی جان و مال کے ساتھ صلہ رحمی (رشتہ داروں کے ساتھ حسن معاشرت) کرتا ہے خدا اس کے نامہ اعمال میں ایک سو شہیدوں کا ثواب لکھتا ہے۔

یا زہرا سلام اللہ علیہا

وہ بڑی مصیبت کی گھڑی تھی۔حساب کتاب بڑی دقت نظری سے جاری تھا۔ایک ایک سیکنڈ کا محاسبہ کیا جارہا تھا۔

نوکری کے دوران دفتر میں حاضری کے نظام الاوقات کو بہت ہی باریکی کے ساتھ دیکھا جارہا تھا کہ کہیں میں نے بیت المال کو نقصان تو نہیں پہنچایا ہے۔

خدا کا شکر گزار ہوں کہ یہ مرحلہ کسی مشکل کے بغیر ہی گزر گیا۔ مسجد اور عزاداری میں گزرے وقت کا بھی بہت دقت نظری کے ساتھ جائزہ لیا گیا۔کہا گیا کہ یہ دو سال بنتے ہیں اور ان کو تمہاری عمر میں

شمار نہیں کیا گیا ہے۔یعنی دو سال کا عرصہ کسی حساب کتاب کے بغیر ہی بآسانی گزر گیا۔وہاں پر میری اپنے کئی دفتری دوستوں اور جان پہچان والوں سے ملاقات ہوئی۔میں نے ان کو ان کے مثالی اجسام میں دیکھا در حالیکہ وہ ابھی تک زندہ تھے۔میں ان کی اخلاقی اور معنوی مسائل کو اچھی طرح دیکھ سکتا تھا۔

میں نے بہت سارے دفتری دوستوں کو دیکھا کہ انہیں شہادت کا مرتبہ ملا ہے اور وہ برزخی بہشت کی جانب جارہے تھے۔ان سے تو حساب کتاب بھی نہیں لیا جارہا تھا اور حساب وکتاب کے بغیر جنت میں جارہے تھے۔ان میں سے بہت سارے افراد کے چہرے میں نے ذہن نشین کر لئے تھے۔

میز کے پیچھے بیٹھے جوان نے کہا۔آپ کے بہت سارے دوستوں کے لئے جنت لکھ دی گئی ہے لیکن اس شرط پر کہ وہ اپنی غلطیوں کی وجہ سے شہادت کی توفیق سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔

میز والے جوان سے میں نے سوال کیا۔مجھے کیا کرنا ہوگا تاکہ مجھے بھی شہادت کی توفیق حاصل ہوجائے۔وہ کہنے لگا۔امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت کے دور میں اسلام کا پرچم ولی فقیہ کے ہاتھ میں ہے۔وہ اہل ایمان کے زعیم اور رہبر ہیں۔اسی وقت میں نے ان کی ایک تصویر دیکھی۔میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ رہبر معظم کے اطراف میں موجود بہت سارے افراد ان کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔لیکن کامیاب نہیں ہورہے تھے۔ میں ان کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ایک لمحے میں بہت زیادہ واقعات کو ملاحظہ کیا ؛ایسے واقعات جو ابھی تک دنیا میں رونما ہی نہیں ہوئے تھے۔

ایسے کتنے لوگ تھے جو مصیبت میں گرفتار تھے۔کروڑوں انسانوں کے حقوق یعنی حقوق العباد پر ڈاکہ ڈالا تھا۔وہ ہر ایک سے مدد کی بھیک

مانگ رہے تھے لیکن کوئی ان کو توجہ کے قابل نہیں سمجھتا تھا۔وہ حکمران جن کا جاہ و جلال زبان زد خاص و عام تھا اور وہ نوکروں کے جھرمٹ میں چلتے تھے اب انتہائی کسمپرسی کی حالت میں ہر ایک کے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی طلب کرتے پھر رہے تھے لیکن کوئی ان کی جانب توجہ نہیں دے رہا تھا۔

میں نے میز والے جوان سے کچھ سوالات پوچھے جن کے جوابات اس نے دیئے۔میں نے امام زمانہ علیہ السلام اور ان کے وقت ظہور کی بارے میں پوچھا۔وہ کہنے لگا ؛ لوگوں کو چاہیئے کہ امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور میں تعجیل کے لئے دعا کریں تاکہ انہیں دنیا و آخرت کی مصیبتوں سے چھٹکارا مل جائے۔افسوس کی بات ہے کہ لوگ مشکلات میں گرفتار ہیں لیکن امام زمانہ علیہ السلام کو نہیں چاہتے ہیں۔اگر کوئی امام کو پکارتا بھی ہے تو وہ اپنی دنیاوی مشکلات کو مدنظر رکھ کر پکارتا ہے۔اس کے بعد ایک مثال بیان کی اور کہنے لگا۔کچھ وقت پہلے فوٹبال کے مقابلے ہورہے تھے اور لوگ مقدس مقامات پر جاکر میچ کے نتیجے کے لئے امام زمانہ علیہ السلام کو پکارتے اور قسم دیتے تھے۔

ظہور کی علامات کے بارے میں ان سے سوال کیا اور یہ کہ امریکہ و اسرائیل اسلامی ممالک میں شیطانی سازشوں میں مصروف ہیں اور کچھ نام نہاد اسلامی ممالک بھی ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں تو وہ ایک دفعہ مسکرائے اور کہنے لگے۔پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ پانی کی سطح پر جھاگ کی مانند ہیں اور نابودی ان کا مقدر ہے۔آپ سستی نہ دکھائیں، اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔کیا تم نے سورہ مبارکہ آل عمران کی آیت نمبر 139 کو غور سے نہیں پڑھا ہے۔ولا۔۔۔۔۔۔۔

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ۔۔۔

ایک اور بات وہاں پر قابل غور تھی۔ایسے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد وہاں پر موجود تھی جنہوں نے احکام الہی پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے اپنی دنیا نابود کرچکے تھے۔وہ جوان کہنے لگا۔خداوند متعال نے آئمہ معصومین علیہم السلام کے ذریعہ جو کچھ آپ کے لئے بھیجا ہے اس میں سب سے پہلے آپ کی دنیا آباد ہوتی ہے اور اس کے بعد آخرت سنور جاتی ہے۔مثال کے طور پر مجھ سے کہنے لگا اگر نامحرم خاتون کے ساتھ آپ مسیج بازی جاری رکھ دیتے تو آپ کے نامہ اعمال میں ایک تو گناہ لکھا جاتا اور ساتھ میں آپ کی دنیاوی زندگی بھی مشکلات میں گھر جاتی۔

اسی وقت میں نے محسوس کیا کہ ایک باعظمت اور نورانی خاتون میرے پیچھے کھڑی ہیں۔وہ کچھ فاصلے پر کھڑی تھیں۔وہاں پر موجود لوگوں نے جس احترام کے ساتھ ان کا استقبال کیا اس سے مجھے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ یہ ہماری ماں حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔

میرے نامہ اعمال کے آخری صفحات کی جانچ پڑتال ہو رہی تھی۔جب بھی میرے نامہ اعمال میں گناہ و نافرمانی یا خطا کی سیاہی نظر آتی تھی یہ معظّمہ اپنا چہرہ مبارک پھیر لیتی تھیں۔اور جب نیک عمل سامنے آتا تھا تو مسکرا کر اپنی رضامندی کا اظہار فرماتی تھیں۔

میری ماں حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا میری توجہ کا مرکز تھی۔دنیا میں مجھے خاتون دوجہاں سے ایک خاص قسم کی عقیدت تھی۔ایام فاطمیہ ؑ میں ہمیشہ نوحہ خوانی کرتا تھا اور ان کی یاد سے کبھی بھی غافل نہیں رہتا تھا۔

یہ بات بتاتا چلوں کہ ہمارے نانا ایک عالم دین اور سید تھے لہٰذا ہمیں بھی حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔اس وقت بی بی دوعالم سلام اللہ علیھا میرے پاس تشریف لائی تھیں اور میرے اعمال کو دیکھ رہی تھیں۔

میں نے نہ فقط بانوی دوجہاں بلکہ تمام آئمہ معصومین علیہم السلام کو وہاں موجود پایا۔ ایک مومن کے لئے یہ قیامت سے کم نہیں ہے کہ اس کے نامہ اعمال کی چھان بین ہورہی ہو اور اس کے معصوم پیشوا علیہم السلام اس کے برے اعمال کو دیکھ رہے ہوں۔

جب میں نے دیکھا کہ میری بداعمالیوں کی وجہ سے میرے امامؑ رنجیدہ ہورہے تھے تو میرا جی چاہتا تھا کہ میرے پاوں کے نیچے سے زمین پھٹ جائے اور میں اس میں دھنس جاوں۔

پشیمانی اور حسرت نے مجھے مارڈالا تھا۔ میرے اچھے اعمال تو مٹ چکے تھے اور نامہ اعمال کا بس چھوٹا سا حصہ باقی رہ گیا تھا۔ دوسری جانب ان سینکڑوں افراد کا مقروض تھا جن کی حق تلفی ہوئی تھی اور وہ ابھی تک برزخی دنیا میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

اچانک میری نظریں واپس دنیا کی جانب پلٹ گئیں۔ میں نے اپنا گھر دیکھا وہاں اپنی شریک حیات کو دیکھا، جو چار ماہ کی حاملہ تھی۔ وہ مصلے پر بیٹھ کر گڑگڑا کر خدا سے حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کا واسطہ دے کر دعا کررہی تھی ؛ خدایا ! میرے شوہر کو مجھے لوٹا دے۔

ایک اور منظر بھی میری آنکھیں دیکھ رہی تھیں۔ ہمارے ہی محلے کے ایک گھر میں دو یتیم بچے پروردگار کو قسم دے کر دعا کررہے تھے اور میرے بچنے کی دعا مانگ رہے تھے۔ وہ خدا سے کہہ رہے تھے؛ خدایا ! ہم دوبارہ یتیم نہیں ہونا چاہتے ہیں۔

ان دو یتیموں کے بارے میں بتادوں کہ ان کے اخراجات کی ذمہ داری میں نے قبول کی تھی ۔ اور ایک باپ کی طرح ان کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ انہیں میرے آپریشن کی خبر تھی۔ وہ رو رو کر خدا سے میری زندگی کی بھیک مانگ رہے تھے۔

میز کے پاس کھڑے جوان سے میں نے پوچھا۔ میرے ہاتھ تو بالکل ہی خالی ہیں۔ کیا کوئی رستہ نہیں ہے کہ میں واپس پلٹ جاوں۔ کیا آپ میری مادر گرامی جناب زہراء سلام اللہ علیہا سے سفارش نہیں کرسکتے کہ وہ میری شفاعت فرمائیں۔ شاید

مجھے واپس پلٹنے کی اجازت مل جائے۔ میں جا کر حقوق العباد (لوگوں کے حقوق) ادا کروں۔ میں جا کر اپنے گزشتہ اعمال کی تلافی کروں۔

میری ساری التجائیں بے سود تھیں اور میری آواز صدا بصحرا ثابت ہو رہی تھی لیکن پھر بھی اصرار کرتا رہا۔ میں نے التماس کی میری ماں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے میری شفاعت کی استدعا کریں۔

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ میز کے پاس موجود جوان کی آواز آئی ' وہ کہہ رہا تھا۔ ان دو یتیموں کے آنسوؤں ' تمہاری زوجہ کی دعاوں اور آنے والی بیٹی نیز تمہارے والدین کی دعاؤں کی وجہ سے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے تمہاری واپسی کی شفاعت قبول کی ہے۔

بس یہ کہنے کی دیر تھی۔ '' واپس جاؤ۔ '' دیکھتا ہوں میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ گزشتہ زمانے میں سادہ بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی ہوتے تھے۔ جب اس ٹی وی کو بند کیا جاتا تھا تو تصویر کو محو ہونے میں کچھ سیکنڈ لگتے تھے۔ ویسے ہی میرے ساتھ ہوا اور میں اچانک فضاؤں میں ازاد ہو گیا۔

واپسی

بس پلک جھپکنے کی دیر تھی ' دیکھتا ہوں کہ اسپتال کے تخت پر لیٹا ہوں۔ ڈاکٹروں کی ٹیم برقی جھٹکے لگانے میں مصروف ہیں۔ شاک مشین سے انہوں نے کئی بار مجھے بجلی کے جھٹکے لگائے اور کہنے لگے کہ مریض دوبارہ زندہ ہو گیا ہے۔

روح جسم میں پلٹ آئی تھی۔ میری حالت نا قابل بیان تھی۔ ایک طرف خوشی تھی کہ دوبارہ زندگی کی فرصت ملی تھی اور دوسری جانب نور کی وادی سے اس فانی دنیا میں لوٹ آنے کی وجہ سے اداس تھا۔

ڈاکٹروں نے اپنا کام مکمل کر لیا تھا۔ وہ پھوڑا نکالنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور آپریشن اپنے اختتامی مراحل میں تھا کہ میرا دل تین منٹ کے لئے بیٹھ گیا تھا۔ پھر

انہوں نے بجلی کے جھٹکے لگائے اور میرے دل نے ایک بار پھر دھڑکنا شروع کردیا تھا۔

میں آپریشن کے عمل کو دیکھتا رہا اور پھر انہوں نے مجھے ایک اور وارڈ میں منتقل کیا۔ کچھ دیر بعد بے ہوشی کا اثر آہستہ آہستہ ختم ہوا اور درد و تکلیف بھی میرے جسم میں لوٹ آئی۔

اب میری طبیعت بہت حد تک سنبھل گئی تھی اور میری داھنی آنکھ ٹھیک ہوگئی تھی لیکن وہ خوبصورت دنیا میرے دل و دماغ پر سوار تھی۔ وہ سارا معنوی سفر میری آنکھوں کے سامنے تھا اور ایک ایک لمحے کو یاد کرتا تھا۔ کتنا دشوار سفر تھا اور مشکلات کی بھٹی سے گزر کر آیا تھا۔

میں برزخی بہشت کو ساری نعمتوں کے ساتھ دیکھ کر آیا تھا۔ مصیبت میں پھنسے لوگوں کو دیکھ کر آیا تھا۔ جنت کے دروازے تک جاکر پلٹ آیا تھا۔ کچھ ہی فاصلے پر اپنی مادر گرامی جناب زہراء سلام اللہ علیہا کو دیکھ کر آیا تھا۔ میں اپنے پورے وجود کے ساتھ دنیا و آخرت میں اس ماں کی عظمت کا مشاہدہ کر کے آیا تھا۔ میں کیسے اب اس دنیا کو برداشت کرسکتا تھا۔

تھوڑی دیر گزرنے کے بعد دو نرسیں وارڈ میں داخل ہوئیں تاکہ مجھے عمومی وارڈ میں منتقل کریں۔ وہ میرے موبائل بیڈ کو لفٹ کے ذریعے منتقل کرنے کے لئے آئی تھیں۔ وہ میری جانب بڑھ رہی تھیں۔ میں نے ان کو دور سے آتے دیکھا۔ ان میں سے ایک کے چہرے نے مجھے خوف زدہ کردیا تھا۔ اس کو میں نے ایک بھیڑیے کی شکل میں دیکھا تھا۔

مجھے اب عمومی وارڈ میں منتقل کیا گیا تھا۔ میرا بھائی اور میرے کچھ دوست میرے سرہانے کھڑے تھے۔ میرے کچھ رشتے دار عیادت کے لئے آنا چاہتے تھے۔ وہ گھر سے روانہ ہوئے اور اسپتال کی جانب چل پڑے۔ میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اچانک ان کے باطنی چہرے دیکھ کر خوف سے کپکپی طاری ہوئی۔ میرا جسم کانپ رہا تھا لہٰذا پاس کھڑے ایک شخص سے کہا فوراً فون کر کے کہو فلاں آدمی ابھی اسپتال نہ

آئے۔ کسی سے ملنے کا ابھی مجھ میں حوصلہ نہیں ہے۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ اکثر لوگوں کے باطن کو دیکھ رہا ہوں، ان کے اعمال و کردار وغیرہ میرے لئے عیاں ہے۔

میرے لئے کھانا لیکر آتے تھے لیکن اس کو دیکھنے سے ڈر لگتا تھا کہ کہیں اس کھانے کا باطن نظر نہ آئے۔ بھوک کے ہاتھوں مجبور تھا کہ کچھ نہ کچھ کھاؤں۔

کسی کو دیکھنے سے ڈر لگتا تھا۔ میرے دوست آئے تھے تا کہ میری تنہائی کو دور کریں لیکن ان کے آنے سے میں اور بھی تنہا ہو گیا تھا۔

دوپہر کے بعد میں نے کوشش کی کہ اپنا منہ دیوار کی طرف کروں۔ میں کسی کو بھی دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ اچانک میرے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ در و دیوار سے خداوند سبحان کی تسبیح کی صدائیں آ رہی تھیں۔

میرے ساتھ دو تین آدمی تھے۔ وہ ڈاکٹر کے کہنے پر اصرار کر رہے تھے کہ میں آنکھیں کھولوں۔ ان کو کیا معلوم کہ مجھے آس پاس موجود لوگوں کے چہرے دیکھ کر وحشت ہو رہی تھی۔ مجھے آنکھیں کھولنے سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔

اس دن میں نے ٹوٹے دل کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں دعا والتماس کی کہ خدایا یہ حالت مجھ سے واپس لیں۔ اس طرح میں کیسے زندگی گزار سکتا ہوں۔ اس طرح تو میں اپنے گھر والوں سے کٹ جاؤں گا اور کسی سے بات بھی نہیں کر پاؤں گا۔

خدا کا شکر بجا لاتا ہوں کہ یہ حالت مجھ سے واپس لے لی گئی۔ میں اپنی معمول کی زندگی کی جانب لوٹ آیا لیکن تنہائی سے انس ہو گیا تھا۔ اکیلے رہنا چاہتا تھا اور خلوت سے مانوس ہو گیا تھا۔ اکیلے میں اپنے نامہ اعمال کے حساب کتاب کو یاد کرنا چاہتا تھا۔

مجھے تنہائی سے الفت ہو گئی تھی۔ جو کچھ گزرا تھا اس کو یاد کرتا تھا۔ وہ کتنے حسین لمحات تھے۔ وہ دنیا تو زمان کی قید سے آزاد تھا۔ وہاں کلام کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ صرف ایک نگاہ سے ہر چیز کو منتقل کیا جا سکتا تھا۔

وہاں اولین سے لیکر آخرین تک سب کو دیکھ سکتے تھے ۔ میں نے وہ واقعات بھی دیکھے ہیں جو ابھی رونما نہیں ہوئے ہیں۔ ایسے بھی مسائل دیکھے ہیں جن کے بیان سے زبان عاجز ہے۔ اس وادی میں اپنے سفر کے آخری لحات میں اپنے کچھ دوستوں کو دیکھا تھا جو شہید ہوچکے تھے۔ میں اس کی تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ کیا ایسا ہوا ہے یا نہیں۔

وہیں اسپتال سے ہی اپنے ایک رشتے دار کے فون سے کال ملائی۔ ان دوستوں کی خیریت دریافت کی ۔ چند افراد کا میں نے نام بھی لیا۔

جواب ملا آپ کے سارے دوست زندہ وسلامت ہیں۔ میرے لئے یہ حیرت کا مقام تھا کہ خدایا یہ ماجرا کیا ہے۔ میں نے ان کو دیکھا تھا کہ وہ شہید ہوگئے ہیں اور برزخی بہشت میں داخل ہوگئے ہیں۔

آپریشن کو کئی دن گزر گئے تھے ۔ میری طبیعت بھی بہت بہتر ہوگئی تھی اور اسپتال سے مجھے چھٹی مل گئی تھی۔ لیکن میرا ذہن کہیں اور بھٹک رہا تھا۔ ایسے کیسے ہوسکتا ہے کہ میرے یہ دوست نوکری میں مصروف ہوں حالانکہ میں نے ان کو شہادت کے لباس میں دیکھا تھا۔

ایک دن میں نے سوچا کہ بیوی بچوں کے ساتھ شاپنگ کے لئے جاؤں شاید ذھنی الجھن سے چھٹکارا مل جائے۔ بازار پہنچتے ہی اپنے ایک دوست کے بیٹے کو سامنے سے آتا ہوا دیکھا۔ اس نے سلام کیا اور وہاں سے نکل گیا۔

میرے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ اپنی بیگم سے پوچھا۔ یہ فلانی نہیں تھا۔ بیگم میری پریشانی بھانپ گئی تھی لہٰذا پوچھنے لگی۔ کیا ہوا۔ جی یہ وہی تھا۔

یہ لڑکا نشہ کرتا تھا اور ہمیشہ برے کاموں میں لگا رہتا تھا۔ نشہ آور اشیاء کو خریدنے کے لئے پیسوں کا انتظام کرنے کے لئے کسی بھی جرم کے لئے تیار رہتا تھا۔

بیگم سے میں نے پوچھا۔ یہ ابھی زندہ ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اس کو دوسری دنیا میں دیکھا ہے اور اس کے اعمال کی وجہ سے اس کا کیس بہت خراب تھا۔ وہ مسلسل فرشتوں سے التماس کر رہا تھا۔ مجھے تو اس کے موت کا سبب بھی معلوم ہے۔

میری بیگم مسکرائی اور کہنے لگی۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ دیکھنے میں تم سے غلطی نہیں ہوئی ہے۔ چلو یہ تو بتاؤ کہ اس کی موت کا سبب کیا تھا۔

میں نے کہا۔ وہ جو بجلی کا ٹاور ہے' ہائی ٹینشن تار چرانے کے لئے اس پر چڑھ جاتا ہے اور کرنٹ لگنے سے وہیں مر جاتا ہے۔

بیگم کہنے لگی فی الحال تو صحیح سلامت اور صحت مند ہے۔

رات کو گھر واپس لوٹا تو سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور ہوا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ سارا میرا وھم ہو۔

ابھی دو تین دن ہی گزرے تھے کہ اس جوان کی موت کا اعلان ہوا۔ پھر کفن دفن اور فاتحہ خوانی کی مجلس ہوئی۔ میں پریشان تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ میرا ایک دوست تھا جو اس مرحوم کا رشتے دار بھی تھا۔ اس سے رابطہ کر کے پوچھا کہ اس جوان کی موت کا سبب کیا تھا۔ کہنے لگا وہ بندہ خدا ایکسڈنٹ میں مر گیا ہے۔

اب میری پریشانی میں مزید اضافہ ہوا۔ میں نے تو اپنی آنکھوں سے اس جوان کو دیکھا تھا۔ وہ بری طرح پھنسا ہوا تھا۔ گناہوں اور حقوق العباد کی وجہ سے وہ مصیبتوں کے دلدل میں پھنسا تھا۔ وہ ہر کسی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر التماس کر رہا تھا کہ کوئی تو اس کی مدد کرے۔

کچھ اور دن گزر گئے۔ میرا ایک رشتے دار مجھ سے ملنے آیا تھا۔ وہ اصفہان میں بجلی کے محکمہ میں ملازم تھا۔ باتوں باتوں میں کہنے لگا کہ کچھ دن پہلے ایک جوان بجلی ٹاور پر چڑھ گیا تھا۔ وہ ہائی ٹینشن بجلی تاریں کاٹنے میں مصروف تھا۔ وہ چرسی تھا اور پہلے بھی چوری کرتا رہا ہے۔ برقی رو نے اس کو سوکھی لکڑی کی مانند وہاں سے نیچے پھینک دیا تھا۔

مہمان کی باتیں سن کر میں مبہوت رہ گیا تھا اور مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ میں نے پوچھا کیا تم فلانی کی بات کر رہے ہو؟ بولا بالکل وہی ہے۔ میں نے پوچھا کیا تم مطمئن ہو؟

کہنے لگا۔ جی ہاں۔ میں نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے لیکن اس کے گھر والوں نے اور ہی کہانی پھیلائی ہے۔

نشانیاں

اس نشہ باز جوان کے واقعہ کے بعد مجھے یہ بات سمجھ آئی کہ میں مستقبل کے بعض واقعات کو دیکھ سکتا ہوں۔ اس کی وجہ میری سمجھ سے ماوراء تھی۔ اسی لئے ایک بزرگ عالم دین کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے راہنمائی کا تقاضا کیا۔ وہ کہنے لگے کہ جس حالت مکاشفہ میں آپ نے یہ سب کچھ دیکھ لیا ہے وہ زمان و مکان کی قید سے آزاد تھا۔ لہٰذا یہ ممکن ہے کہ آپ نے مستقبل کے کچھ واقعات کو دیکھ لیا ہو۔

یہاں سے مجھے یقین ہوا کہ میرے کچھ دوست شہادت کے رتبے پر فائز ہوں گے۔

دو ہفتے گزر گئے اور میری طبیعت اب بہتر تھی۔ اسی درمیان میرے والد صاحب ایک روڈ ایکسڈنٹ میں زخمی ہوگئے۔ کچھ دن زندہ رہنے کے بعد اس دنیا سے انتقال کر گئے۔ باپ کی جدائی پر میں بہت مغموم تھا لیکن پھر مجھے اپنے چچا کی بات یاد آگئی۔ عالم برزخ میں انہوں نے کہا تھا کہ یہ باغ میرا اور تمہارے والد کا ہے اور وہ بہت جلد یہاں ہمارے پاس آنے والے ہیں۔

نقاہت کے دنوں میں اپنے گاؤں چلا گیا تھا جہاں میں نے اپنے بچپن اور نوجوانی کے ایام گزارے تھے۔ وہاں کی قدیمی مسجد کا پتا پوچھا۔ یہاں پر گزرے ایام کی یاد تازہ ہوئی۔ مسجد کے دروازے پر ایک عمر رسیدہ آدمی سے ملاقات ہوئی۔ سلام واحوال پرسی کے بعد ہم مسجد میں داخل ہوئے۔ اچانک مجھے عالم برزخ کا وہ منظر یاد آیا جب میرے نامہ اعمال کی چھان بین ہورہی تھی۔ وہ بوڑھا شخص مجھے یاد آیا جس نے مجھ پر تہمت لگائی تھی اور میری رضامندی حاصل کرنے کے لئے اس نے پوری امام

بارگاہ کا ثواب مجھے بخش دیا تھا۔ اس بوڑھے شخص کا اترا ہوا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اس ماجرا کی حقیقت کا پتا لگاؤں گا۔ اگرچہ میں مطمئن تھا کہ دوسرے واقعات کی طرح یہ بھی درست ہوگا لیکن پھر بھی اس کی حقیقت جاننے کا مشتاق تھا۔ مجھے اس امام بارگاہ کو دیکھنے کا شوق تھا جس کا ثواب میرے نامہ اعمال میں لکھا جاچکا تھا۔

میں نے اس بوڑھے آدمی سے پوچھا۔ کیا آپ فلاں آدمی کو جانتے ہیں جن کا کچھ سال پہلے انتقال ہوا ہے۔

کہنے لگا۔ جی ہاں۔ خدا اس کی قبر کو نورانی کرے وہ کتنا نیک انسان تھا۔ وہ نیک کام کرتا تھا اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی تھی۔ وہ بہت دیندار آدمی تھے اور اس جیسے انسان کم ہی پیدا ہوتے ہیں۔

میں نے اس کی بات کی تائید کی اور پوچھا۔ کیا آپ کی نظر میں اس نے اس گاؤں میں کوئی چیز وقف کی ہے مثال کے طور پر کوئی مسجد یا امام بارگاہ؟

اس نے جواب دیا۔ مجھے نہیں معلوم لیکن ایک آدمی کو جانتا ہوں جو اس کا بہت قریبی دوست تھا اور اس وقت وہ بھی مسجد میں موجود ہے۔

نماز سے فارغ ہو کر میں اس آدمی کے پاس گیا۔ مرحوم کا ذکر خیر ہوا اور میں نے اپنا سوال اس کے سامنے بھی دہرایا۔ میں نے پوچھا کیا اس مرحوم نے کوئی چیز وقف کی تھی؟

بوڑھا آدمی کہنے لگا۔ خدا اس پر رحم کرے۔ وہ مرحوم چاہتا تھا کہ یہ مسلہ لوگوں سے پوشیدہ رہے لیکن اب چونکہ وہ زندہ نہیں ہے لہٰذا اب بتانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس نے مسجد کے بائیں جانب اشارہ کیا اور کہنے لگا۔ یہ امام بارگاہ دیکھ رہے ہو جو یہاں پر تعمیر ہو رہا ہے۔ اس امام بارگاہ کو اسی مرحوم نے تعمیر کروا کر وقف کر دیا تھا۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ یہ امام بارگاہ کس قدر خیر و برکت کا باعث ہے۔ اب ہم اس کی دیوار گرا رہے ہیں اور اس کو مسجد کے ساتھ ملا رہے ہیں تاکہ مسجد میں نمازیوں کے لئے بڑی جگہ میسر آجائے۔

اب مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی اور مجھے اپنے سوال کا جواب مل گیا تھا۔ نماز کے بعد امام بارگاہ میں حاضری دی اور واپس گھر لوٹ آیا۔ اطمینان حاصل ہو جانے کے بعد میں نے اس مرحوم کو معاف کر دیا اور اس کی امام بارگاہ بھی اسے بخش دی

۔

رات میری بیگم سے مفصل بات چیت ہوئی۔ جو کچھ میں دیکھ کر آیا تھا وہ ناقابل یقین تھا۔

مسکرا کر اپنی بیگم کو میں نے بتایا کہ واپسی کے لمحات میں مجھ سے کہا گیا تھا کہ بیگم اور ہونے والی بیٹی کی دعاؤں کے صدقے میں شفا ملی ہے۔ یہ بھی ایک نشانی ہے۔ اگر آنے والا بچہ بیٹی ہوئی تو یہ بات ثابت ہو گی کہ یہ سارے واقعات درست ہیں۔ اسی سال خزاں کے موسم میں ہمارے یہاں بیٹی پیدا ہوئی۔

ان واقعات سے ہٹ کر میری واپسی کے بعد جس بات نے سب سے زیادہ مجھے خوف و دہشت میں مبتلا کر دیا تھا وہ قبرستان تھا۔ کئی سال میں قبرستان جانے سے ڈرتا تھا۔ میں ہولناک اور دلدوز چیخیں سنا کرتا تھا جن سے میرا دل خوف و وحشت سے بھر جاتا تھا۔

لیکن شہدا کے قبرستان میں ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔ وہاں سکون تھا' معنوی اور روحانی فضا سے انسانوں کا وجود معطر ہو جاتا تھا۔

اسی لئے بہت دنوں تک میں قبرستان نہیں گیا۔ اس کے بعد بھی ہر جمعہ کو علی الصبح دوستوں اور رشتہ داروں کی قبروں پر حاضری دینے جاتا تھا۔

ایک اور اہم بات کی جانب اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اپنے نامہ اعمال کے آخری صفحات میں عالم برزخ میں میری عمر میں جو اضافہ کیا گیا تھا اس کو میں نے دیکھ لیا تھا۔ مجھے کچھ سال کی مہلت ملی تھی اور وہ وقت بھی اب مکمل ہو چکا ہے۔ اس وقت میں اضافی وقت میں زندگی گزار رہا ہوں۔

وہاں پر مجھ سے کہا گیا تھا کہ جتنا وقت آپ صلہ رحمی، والدین اور رشتے داروں کے ساتھ گزارو گے وہ تمہاری عمر میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح خدا کی خالصانہ بندگی یا اہل بیت اطہار علیہم السلام کی زیارت کے دوران جو وقت گزرتا ہے وہ بھی آپ کی عمر میں شامل نہیں کیا جاتا ہے۔

حرم کے پاسبان

اب مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ میرے دوستوں کی شہادت حتمی ہے۔ لیکن یہ وہ زمانہ تھا جس میں شہادت کا باب اس طرح کھلا نہیں تھا لہٰذا اس بات کو ثابت کرنا میرے لئے دشوار تھا۔ اس لئے خاموشی میں ہی عافیت جانی۔ لیکن جب دفتر جاتا تھا تو وہاں پر ان دوستوں سے ملاقات ہوتی تھی تو اس یقین کے ساتھ ملتا تھا کہ یہ وہ خدا کے نیک بندے ہیں جنھوں نے عنقریب شہادت کا جام پینا ہے اور وہ خدا کی بارگاہ میں اس کے محبوب بن کر پہنچ جائیں گے۔ ان دوستوں سے ملاقات کے وقت بہت جذباتی ہو جاتا تھا۔ پہلے سے زیادہ وقت ان کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔

ایسے میں ایک (زندہ) شہید سے ملاقات ہوئی جس نے عنقریب بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا تھا۔ لیکن ایسا کیسے ممکن ہے؟؟ کیا کوئی جنگ شروع ہونے والی ہے؟

میری سرجری کو چار مہینے گزر چکے تھے۔ یہ 2015 کا موسم گرما تھا۔ ہم دفتر میں بیٹھے تھے جب اعلان کیا گیا۔ جو بھی حرم اہلبیت اطہار کے دفاع کے لئے جانا چاہتے ہیں وہ اپنا نام لکھوا سکتے ہیں۔ مدافعان حرم میں شمولیت کا باب کھل گیا تھا۔

دفتر والوں میں عجیب جوش و خروش تھا، سب جذباتی ہو گئے تھے۔ جن دوستوں کے بارے میں میں نے سوچا تھا ان سب نے اپنے نام لکھوانے۔ میں نے بھی نام لکھوایا اور بہت زور لگانے کے بعد ایک مختصر سے ٹریننگ کورس میں شرکت کے بعد شام کے سفر کے لئے روانہ ہو گئے۔

شام کے شمال میں سب سے اہم شہر حلب ہے۔ یہ شہر اور اس کے مضافات کو آزاد کرانے کا منصوبہ بنایا گیا۔ ہمارا فوجی دستہ وہاں تعینات کیا گیا اور عسکری آپریشن کا

آغاز ہوا۔ کئی بار ہم نے حملہ کیا اور بالآخر دہشت گردوں کا ترکی کے ساتھ رابطہ ہم نے منقطع کر دیا اور حلب شہر مکمل طور پر ہمارے محاصرے میں آ گیا تھا۔

میرے دل و زبان سے مسلسل یہی دعا نکل رہی تھی کہ بار الہا! مجھے بھی مدافعان حرم کے کاروان شہداء کے ساتھ ملحق کر دے۔ میرا اب دنیا سے دل بھر گیا تھا اور یہاں رہنے سے بیزار تھا مگر یہ کہ خدا کی رضا کے لئے کوئی کام انجام دے سکوں۔ میں دوسری دنیا میں شہیدوں کی عظمت کا مشاہدہ کر چکا تھا اور ان کے ساتھ رہنے کی آرزو دل میں مچل رہی تھی۔

اپنے سارے کام مکمل کر چکا تھا۔ وصیت نامہ بھی لکھ دیا تھا۔ دوسرے ضروری کام بھی انجام دے چکا تھا اور اب ہم آگے بڑھنے کے لیے تیار تھے۔

مجھے یاد ہے کہ یہاں آنے سے پہلے کتنی رکاوٹوں نے میرا راستہ روکا

تھا۔ وہ مجھے یہاں آنے کی اجازت ہی نہیں دے رہے تھے لیکن پھر خدا کی نصرت و عنایت کے سبب ساری مشکلات حل ہوئیں۔

یہ بھی بتاتا چلوں کہ میری سرجری کے بعد میرا اخلاق بہت بدل گیا تھا۔ ہر کام میں خیال رکھتا تھا کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ حقوق العباد کی رعایت کرتا تھا۔ کوشش کرتا تھا دوسروں کا مذاق نہ اڑاؤں، کسی کو تنگ نہ کروں۔

حملے سے دو دن پہلے میرے سارے قریبی دوست اکٹھے ہوئے۔ ان کے ساتھ میری دوستی بہت پرانی تھی۔ ان میں سے ایک دوست مجھ سے کہنے لگا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپریشن کے دوران موت جیسی صورتحال کا تم نے سامنا کیا ہے۔ وہ لوگ بہت اصرار کرتے رہے کہ میں انہیں ساری داستان سناؤں لیکن میں انکار کرتا رہا۔ ان میں سے ایک دو دوستوں کے سامنے اس سے پہلے میں نے سر بستہ انداز میں کچھ ذکر کیا تھا لیکن وہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ اسی لئے میں نے اٹل فیصلہ کیا تھا کہ کسی کے سامنے کوئی ذکر نہیں کروں گا۔

میرے دوستوں میں سے جواد محمدی، سید یحییٰ براتی، سجاد مرادی، عبد المہدی کاظمی، مرتضی زارع، شاہسنائی وغیرہ ساتھ بیٹھے تھے۔ وہ مجھے چھاؤنی کے ایک کمرے میں لے گئے اور ہاتھ جوڑ کر التماس کرتے رہے کہ سارا ماجرا ان کے لئے بیان کروں۔

میں نے واقعہ کا کچھ حصہ بیان کیا۔ سنتے ہی میرے دوستوں کی حالت غیر ہو گئی۔ حقوق العباد اور مرتبہ شہادت کا سن کر وہ منقلب ہوئے۔

کچھ دن مزید گزر گئے ۔ ایک عسکری کارروائی میں ہم لوگ ایک ساتھ تھے۔ میں زخمی ہو کر گر پڑا تھا۔ اگرچہ میرا زخم اتنا شدید نہیں تھا لیکن جہاں پر میں گرا تھا وہ جگہ دشمن کی فائرنگ کی زد میں تھی۔ وہاں سے میرے لئے حرکت کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔ کوئی اور بھی میرے نزدیک نہیں آ سکتا تھا لہٰذا میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا تھا۔ میں بس اس انتظار میں تھا کہ داعشی دہشت گردوں کا سنائیپر شوٹر ایک گولی سے میرا کام تمام کرے۔

اس خطرناک صورتحال میں عبدالمہدی کاظمی اور جواد محمدی نے جان کی بازی لگائی۔ وہ دشمن سے بے پروا میرے قریب پہنچ گئے اور فوراً مجھے وہاں سے اٹھا کر بنکر میں پہنچادیا۔ مجھے اس کا بہت افسوس ہو رہا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا۔ ایسا تم نے کیوں کیا اس طرح سے تو اب لوگوں کی جان جانے کا خطرہ تھا۔ جواد محمدی کہنے لگا۔ تمہاری جان بچانا ضروری تھا۔ تمہیں زندہ رہنا ہوگا تاکہ لوگوں کو بتاؤ دوسری دنیا میں تم نے کیا دیکھا ہے۔

کچھ اور دن گزر گئے۔ دوبارہ انہی دوستوں نے مجھے گھیر لیا۔ کہنے لگے جو کچھ برزخ میں دیکھا ہے ہمارے لئے بیان کرو۔ میں نے ایک ایک کر کے ان کے چہروں کا جائزہ لیا اور کہا تم میں سے کچھ بھائی کل شہید ہو جائیں گے۔ کمرے میں ہر طرف سکوت کا عالم تھا۔ وہ بے زبانی کی زبان میں کہہ رہے تھے۔ خدا کے لئے اور بتاؤ۔

دوستوں کی حالت ناقابل بیان تھی۔ جو کچھ میں نے دیکھا تھا ان کے سامنے بیان کیا۔ دوسری جانب میں خود بہت پریشان تھا۔ خدانخواستہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ شہادت نصیب نہ ہو۔ نہیں انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا۔ میں نے خود کو تسلی دی۔

جواد بہت زیادہ اصرار کر کے مجھ سے سوال کر رہا تھا میں اس کے سوال کا جواب بھی دے رہا تھا۔ آخر میں پوچھنے لگا وہ کون سی چیز ہے جو اس دنیا میں سب سے زیادہ ہمارے کام آئے گی۔ میں نے کہا نماز کو اہمیت دینے اور خالصانہ نیت کے ساتھ انجام دینے کے بعد جتنا ممکن ہو خدا اور اس کے بندوں کے لئے کام کریں۔

مجھے یاد ہے کچھ ہی دنوں بعد ایران کے ایک بڑے حکومتی عہدیدار نے کسی فوجی موضوع پر ایک بے تکی بات کہی تھی جس کو دشمن میڈیا نے خوب اچھالا تھا۔ اس بات کی وجہ سے مدافعان حرم کو بہت تکلیف پہنچی تھی۔

جواد محمدی نے اسی عہدیدار کا وہ بیان مجھے دکھایا اور کہنے لگا کہ دیکھو اس عہدیدار کو کس طرح ان جوانوں کے خون کو پائمال کر رہا ہے اور جب کل یہ مر جائے گا تو کہیں گے کہ شہید ہو گیا ہے۔

میں نے آہستہ سے اس کے کان میں کہا۔ جواد بھائی میں اس محترم کی موت کو دیکھ چکا ہوں۔ یہ آدمی اسی سال مر جائے گا اور اس کی موت بھی ایسی ہو گی کہ کوئی کچھ بھی نہیں کر پائے گا۔ یہاں تک کہ اس کی موت کو بھی دکھایا جائے گا کہ امام اور شہداء کی راہ و رسم سے کوسوں دور ہے۔

کچھ دن مزید گزر گئے اور ہم ایک نئے آپریشن کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ ضرورت کی اشیاء وصول کی اور ہتھیار بھی اٹھا لئے۔ اس بار شہادت کے لئے مکمل تیاری کر لی تھیں۔ میں نے راکٹ لانچر اٹھا لیا تھا اور ان دوستوں کے ساتھ ہو گیا تھا جن کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ وہ شہید ہو جائیں گے۔ سوچا ان کے ساتھ ہی رہوں گا تو بہتر ہے اور امید ہے کہ سب لوگ اکٹھے ہی شہید ہو جائیں گے۔

آدھی رات گزر چکی تھی۔ ابھی فوجی دستے کو آگے بڑھنے کا حکم نہیں ملا تھا۔ اتنے میں دیکھا جواد محمدی میری طرف آرہا ہے۔ میرے پاس آکر کہنے لگا۔ ہم لوگ حملے

کے لئے بس نکلنے ہی والے ہیں۔ یہ علاقہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ وہ مجھے سے کہنے لگا کہ میں اس کاروائی سے پیچھے ہٹوں۔ میں نے کہا۔ ان دوستوں میں سے کچھ افراد عنقریب شہید ہو جائیں گے۔ ہمارے وہی دوست جو ہمارے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے۔ میں ان کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں ۔ شاید ان کی وجہ سے مجھے بھی شہادت کی توفیق مل جائے۔

آگے جانے کا حکم آچکا تھا۔ میں پہلے سے تیار کھڑا تھا۔ کھمبے کے کنارے آگے جانے کے لئے بے صبری سے منتظر تھا۔ جی چاہتا تھا سب سے پہلے میں ہی پرواز کروں۔

ابھی چند قدم کا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ جواد محمدی بائیک پر سوار ہو کر میرے سامنے آکر رک گیا۔ وہ بہت سنجیدہ نظر آرہا تھا' کہنے لگا۔ فورا سوار ہو جاو۔ ہمیں محاذ کے دوسری جانب جانا ہو گا اور وہاں سے آگے جانے کا راستا کھولنا ہو گا۔ اس کی بات ماننے سے سوا کوئی چارہ نہیں تھا لہٰذا خوشی خوشی جاکر بائیک کے پیچھے بیٹھ گیا۔ دس منٹ تک ہم چلتے رہیں اور پھر وہ ایک ٹیلے کے دامن میں رک گیا۔ کہا فورا اترو اور تیار ہو جاو۔ پھر جواد نے بلند آواز سے سید یحییٰ کو بلانا شروع کیا۔ یحییٰ جلدی آجاؤ۔

سید یحییٰ برق رفتاری سے ظاہر ہوا اور بائیک کے پیچھے بیٹھ گیا۔

میں نے جواد سے پوچھا یہ کون سی جگہ ہے اور یہاں کون سا محاذ ہے؟ فوجی دستے کہاں ہیں؟ جواد نے جواب دیا۔ یہ آر پی جی پکڑو اور وہاں ٹیلے پر چڑھ جاؤ۔ وہاں دوست تمہاری راہنمائی کریں گے۔

میں نے چوٹی کا رخ کیا اور جواد بائیک پر بیٹھ کر واپس نکل چکا تھا۔

اوپر پہنچ کر حیرت ہوئی کیونکہ بالکل امن وامان تھا۔ بینکر میں بیٹھے مجاہدین سے سوال کیا۔ مجھے کیا کرنا ہو گا۔ دشمن کہاں ہے' یہ کون سی جگہ ہے اور محاذ کہاں پر ہے۔

ان میں سے ایک کہنے لگا آرام سے بیٹھ جاؤ۔ یہ دفاعی مورچہ ہے اور ہمارا کام صرف دشمن پر نظر رکھنا ہے۔

یا اللہ۔ اب میری سمجھ میں آگیا تھا کہ جواد نے میرے ساتھ کیا کیا ہے۔ دوسرے دن کاروائی مکمل ہو گئی تو میں نے جواد کا پتا کیا۔ دیکھتے ہی میں نے کہا؛ جواد تم نے یہ کیا کیا؟ تمہیں کس نے یہ اجازت دی تھی کہ مجھے محاذ سے پیچھے لیکر جاو؟

وہ مسکراتا رہا اور کہنے لگا۔ تمہارا ابھی شہید ہونا ٹھیک نہیں ہے۔ تمہارا ابھی کام بچتا ہے۔ تمہاری ذمہ داری ہے کہ دوسری دنیا کا ماجرا لوگوں تک پہنچاؤ۔ بد قسمتی سے لوگ قیامت کو بھول گئے ہیں۔ اسی لئے میں تمہیں ایسی جگہ لے گیا تھا جہاں تمہاری جان بچ جائے۔

اس رات میرے دوستوں نے دشمن پر شبخون مارا تھا۔ سجاد مرادی اور سید یحییٰ براتی سب سے پہلے شہدا کے قافلے سے مل گئے تھے۔ پھر مرتضی زارع ٗاس کے بعد شاہسنائی اور پھر عبدالمہدی۔۔۔ کچھ ہی دنوں میں وہ سارے دوست آسمان شہادت کی جانب پرواز کر چکے تھے جن کے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا رہتا تھا۔ وہ بالکل اسی انداز میں چلے گئے جس طرح پہلے میں ان کو دیکھ چکا تھا۔ جواد محمدی کی باری بعد میں آنے والی تھی۔

اصفہان والے مدافعان حرم کو ایران منتقل کیا گیا تو میں بھی خالی ہاتھ مدافعان حرم کی بزم سے واپس ایران لوٹ آیا۔ دل میں حسرت رہ گئی اور میرا وجود ابھی تک اس کی تلخی محسوس کر رہا ہے۔

وطن کے پاسبان

اب تو میرے آپریشن کو ایک عرصہ گزر چکا تھا۔ میرے دوستوں میں سے مدافعان حرم کی شہادت کے بعد میری حالت ناگفتہ بہ تھی۔ شہادت کے دروازے پر پہنچ کر واپس پلٹ آنا بہت تکلیف دہ تھا۔ لیکن مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ مجھے شہادت کے مرتبے سے کیوں محروم کیا گیا؟

اس سے پہلے مجھ سے کہا گیا تھا کہ ایک حرام نگاہ سے شہادت ان لوگوں سے چھ مہینے پیچھے چلی جاتی ہے جو شہادت کے عاشق ہوتے ہیں۔

جس دن ہم شام جارہے تھے ہماری فلائٹ اور انٹالیا(ترکی کا ایک شہر) کی پرواز ایک ساتھ تھی۔ کچھ جوان لڑکیاں میرے سامنے اکر کھڑی ہوگئیں تھیں۔ ان کا لباس بہت زیادہ نامناسب تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میری نگاہیں ان پر رک گئیں تھیں۔ میں فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسری جانب نکل گیا۔ بہت کوشش کی کہ اپنی توجہ ان سے ہٹاوں لیکن ایسا لگتا تھا میرے بس میں نہیں ہے۔ میرے دوست ایسی جگہ بیٹھ گئے تھے جہاں پر ان کے دائیں بائیں کوئی نامحرم نہیں تھا۔

یہ لڑکیاں ایک بار پھر میرے سامنے آگئیں تھیں۔ نہیں معلوم کیوں میرے سامنے آگئیں تھیں۔ شاید یہ سوچ کر کہ میں بھی انٹالیا جارہا ہوں۔ جو بھی ہو لیکن میرے اعتقاد اور ایمان کا امتحان لیا گیا تھا۔ ایسے لگتا تھا کہ شیطان اور اس کے چیلوں نے وار کرکے ثابت کردیا تھا کہ میں ابھی شہادت کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اگرچہ ان کی دلربائی کے آگے تسلیم نہیں ہوا اور کوئی ناشائستہ حرکت بھی انجام نہیں دی تھی لیکن بہرحال امتحان میں فیل ہوگیا تھا۔

جو افراد میرے ساتھ شام میں تھے ان میں سے کچھ ایسے دوستوں کو میں جانتا تھا جن کا نام شہداء کی فہرست میں شامل تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ لوگ بھی عنقریب کاروان شہداء سے ملحق ہونے والے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام علی خادم تھا۔ بہت ہی سادہ اور دلکش جوان تھا۔ اخلاص اور اطمینان کا زندہ پیکر تھا۔ ائرپورٹ پر ایسی جگہ بیٹھ گیا تھا جہاں کسی نامحرم کو دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

شام میں ہمارے دوستوں کی شہادت کے وقت علی بھی زخمی ہوگیا تھا لیکن ہمارے ساتھ ہی ایران واپس لوٹ آیا تھا۔ میری نظر میں علی نے عنقریب شہادت کا جام پینا تھا لیکن اب کیسے ممکن ہے اور اس نے کس جگہ شہید ہونا ہے۔ اس سوال کا جواب میرے پاس نہین تھا‘

ایک اور دوست جس کا نام میں نے کاروان شہداء کی لسٹ میں دیکھا تھا اس کا نام اسماعیل کرمی تھا۔ وہ ایران میں ہی تھا اور اس نے شام میں دفاع حرم کی جنگ میں

بھی شرکت نہیں کی تھی۔ لیکن میں اس کو دیکھ چکا تھا کہ وہ شہداء کے ہمراہ حساب کتاب کے بغیر ہی بہشت میں داخل ہو گیا تھا۔

اسماعیل کے ساتھ میری گہری دوستی تھی۔ 2018 میں ایک دن وہ مجھ سے ملنے آیا۔ کافی دیر تک آپس میں گپ شپ لگائی۔ اسماعیل خدا حافظی کے وقت کہنے لگا۔ مجھے سرحدی علاقے میں بھیجا جا رہا ہے۔ عنقریب وہاں کے لئے روانہ ہو جاوں گا۔

ہمارے دوستوں کو سیستان و بلوچستان (ایران کا جنوب مشرقی صوبہ) بھیجا جا رہا تھا۔ وہای سیکورٹی کے مسائل گھمبیر تھے لہٰذا سپاہ پاسداران کو وہاں بھیجنے کی ضرورت پیش آئی تھی۔ دوسرے روز میں علی سے ملنے گیا تو مجھے پتا چلا کہ وہ سیستان بلوچستان چلا گیا ہے۔

اچانک میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ سیستان بلوچستان میں شہادت کا دروازہ کھولا گیا ہو؟

فورا میں نے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کیا اور درخواست کی کہ مجھے سیستان بھیجا جائے۔ میرے اصرار کے باوجود انھوں نے انکار کیا۔

زندگی کے شب و روز اپنی رفتار سے آگے بڑھتے رہے۔ دوستوں کے ساتھ مسلسل رابطے میں رہا لیکن جانے والے چلے گئے اور میں پیچھے رہ گیا۔

یہ 2018 کی بات ہے۔ ایک دن مختصر سی خبر نشر ہوئی تھی جس نے ہمیں شدید کرب میں مبتلا کر دیا تھا۔ ایک وہابی خودکش بمبار نے سپاہ پاسداران کی بس کو نشانہ بنایا تھا۔ اس واقعہ میں سپاہ کے ایسے دسیوں جوان رتبہ شہادت پر فائز ہو گئے تھے جو اپنی ڈیوٹی ختم کر کے واپس آ رہے تھے۔

دوستوں کے بارے میں یہاں وہاں سے پوچھتا رہا۔ دوسرے دن شہداء کی فہرست آئی تو اس میں علی خادم اور اسماعیل کرمی کے نام بھی شامل تھے۔

اپنے عزیز دوستوں کی شہادت کے بعد مشرقی سرحدوں کا رخ کیا۔ سرحدی چوکیوں پر ڈیوٹی دی لیکن میں شہادت کی تلاش میں تھا جو مجھے وہاں بھی نہیں ملی۔

ایک دن دو سپاہیوں کو دیکھا جو ہیڈ کوارٹر میں داخل ہو رہے تھے۔ ان کو دیکھ کر میں دھنگ رہ گیا تھا۔ میں ان کو دیکھ چکا تھا کہ یہ دونوں بے سر شہداء کے جھرمٹ میں بے حساب جنت میں داخل ہوگئے تھے۔ مطمئن ہونے کے لئے ان سے پوچھ لیا۔ کیا آپ دونوں کا نام محمد نہیں ہے؟ انہوں نے ہاں میں جواب دیا اور میری اگلی بات کا انتظار کرنے لگے لیکن میں نے بات کو کسی اور طرف موڑ دیا اور اس بارے میں خاموشی اختیار کی۔

ایک بار پھر دفتری امور میں مصروف ہو گیا۔ ایک دن ادارے کے مصلی میں بڑی حسرت سے دو جوانوں کو دیکھتا رہا۔ وہ دونوں ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے قریب جاکر سلام کیا۔ ان کے چہرے میرے لئے آشنا تھے۔ ان میں سے ایک سے میں نے کہا۔ مجھے نہیں معلوم آپ کو اس سے پہلے کہاں دیکھا ہے۔ لیکن آپ کا چہرہ جانا پہچانا ہے۔ کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟

اس نے اپنا نام بتایا۔ نام سنتے ہی میرے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ آپریشن تھیٹر کی یاد تازہ ہوئی۔۔ کسی تمہید کے بغیر ہی اس کے دوسرے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیا آپ کا نام حسین نہیں ہے؟ ایسا ہی ہے نا؟ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا کہ اس کو بتاؤں مجھے اس کا نام کیسے معلوم ہے۔ میری حالت غیر ہوگئی تھی لہذا میں اٹھ گیا' ان سے خداحافظی کی اور وہاں سے نکل گیا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں ان دونوں سپاہیوں کو عالم برزخ میں دیکھا تھا۔ وہ دونوں ساتھ تھے اور اکٹھے ہی بغیر کسی حساب کتاب کے برزخی بہشت میں داخل ہوگئے تھے۔ ان دونوں نے اکٹھے شہادت پائی اور اس وقت وہ دونوں کمانڈر تھے۔

ذہن پر مذید زور دیا تو پتا چلا کچھ اور افراد کو بھی جانتا ہوں۔ ادارے میں پانچ ایسے افراد کو میں نے پہچان لیا تھا جو مختلف ڈیپارٹمنٹوں میں کام کرتے تھے لیکن وہ ایک ساتھ شہید ہونے والے تھے۔

ادارے سے باہر بھی کچھ افراد کو دیکھا وہ بھی اسی راہ کے راہی تھے۔

اگرچہ دوسری دنیا میں تین منٹوں پر مشتمل میرا سفر اور نامہ اعمال کی جانچ پڑتال بہت دشوار مرحلہ تھا اور میں اس کو کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا ہوں، لیکن مجھے وہ واقعات سالوں بعد مختلف حالات اور شرائط میں ہی یاد آتے ہیں۔

کچھ دن پہلے میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔ کتاب کا پہلا ایڈیشن چھپ کر آ چکا تھا۔ تہران سے ایک افسر ادارے کے دورے پر آیا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی میری میز کے پاس آیا۔ معانقہ کیا اور میرا نام لیکر کہا۔ کیسے ہو؟

میں نے اس کو نہیں پہچانا۔ میں کہا خدا کا شکر ہے سب ٹھیک ہے۔

کہنے لگا۔ آپ کے چہرے سے لگتا ہے کہ مجھے نہیں پہچانا۔ دس سال پہلے فلاں دفتر میں ہم ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ میں نے 'قیامت میں تین منٹ کا سفر' نامی کتاب پڑھی ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ آپ کی روداد ہے۔ کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں؟

میں نے کہا ایسا ہی ہے۔ پھر کچھ دیر ہماری گپ شپ جاری رہی۔ کہنے لگا ہمارا ایک رشتے دار ہے، اس نے یہ کتاب پڑھی تو بالکل بدل گیا۔ اس نے لاکھوں روپے رد مظالم کے عنوان سے واپس کئے ہیں۔ حقوق العباد اور حق بیت المال کی مد میں کثیر رقم واپس کی ہے۔

تھوڑی دیر کی گپ شپ کے بعد وہ اٹھ کر چلا گیا۔ میں خیالات کی دنیا میں پہنچ گیا کہ اس بندے کو میں نے کہاں پر دیکھا ہے۔ اچانک میری یادداشت نے میرا ساتھ دیا اور مجھے یاد آیا۔ وہ میرے قریب سے گزرا تھا اور کسی حساب کتاب کے بغیر بہشت میں داخل ہوا تھا۔ اس نے بھی شہادت کا جام پینا ہے۔

ہر روز ان دوستوں کو دیکھتا ہوں اور حسرت سے شہادت کی راہ کو تکتا رہتا ہوں۔ خدایا کہیں ایسا نہیں ہو کہ میں مر جاؤں اور شہادت سے محروم رہ جاؤں۔ برادر علی رضا نے اپنے اس شعر میں اسی کی عکاسی کی ہے۔